شعبان/رمضان 1442ھجری، اپریل 2021ء

ماہنامہ
چشمِ بیدار
لاہور

جلد نمبر 15 شمارہ نمبر 4

سرپرست اعلیٰ

شیخ آصف احمد

0333-4851638

مدیر : ملک احمد سرور

آئینہ میگزین

1- روزے کا بنیادی مقصد	اداریہ	3
2- سورۃ القدر	سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ	5
3- رذائل اخلاق	ڈاکٹر محمد شریف چودھری	9
4- روزے کے مسائل	مولانا محمد یوسف اصلاحیؒ	13
5- روزوں کی غرض وغایت	خواجہ محمد اسلم	21
6- صدقۂ فطر	ڈاکٹر محمد شریف چودھری	28
7- مدینہ منورہ سے تبوک تک	ڈاکٹر عبداللہ محسن	32
8- نومسلم امریکی مبلغ		38
9- محسن نسواں ﷺ	تورا کینہ قاضی	42
10- دانش پارے	علی حمزہ	46

Online: chashmebedar.blogspot.com

مجلس مشاورت

ڈاکٹر محمد شریف چودھری

نصرت الدین — خواجہ اعجاز احمد

ڈاکٹر سعید احمد ملک — ظفر اقبال بلوچ

بریگیڈیئر (ر) محمد حنیف

پتہ خط کتابت

ماہنامہ چشمِ بیدار

شانِ اسلام گرلز ہائی سکول بلڈنگ،
شفیق آباد نمبر-2 بند روڈ لاہور- 54000

فون مدیر: 0321-8004446

Email:chashmibedar@gmail.com

پروف ریڈنگ

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کی پروف ریڈنگ میں بڑی احتیاط کی جاتی ہے، پھر بھی غلطی رہ جانے کا امکان ہے، اس پر ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلب گار ہیں۔ (ادارہ بیدار)

نوٹ:...... جریدے میں شامل تحریروں کے خیالات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون : فی شمارہ 50 روپے

پاکستان ———— 500 روپے

برائے چیک/آن لائن

CHASHM-E-BEDAR
Account: 0207-0105184180
Meezan Bank, Urdu Bazar
Lahore.

ناشر ملک سرور نے ارشد عثمانی پرنٹرز سہیل سنگھ سٹریٹ 72 چیمبرلین روڈ لاہور سے چھپوا کر شانِ اسلام گرلز ہائی سکول بلڈنگ، شفیق آباد نمبر-2 بند روڈ لاہور سے شائع کیا

اداریہ

روزے کا بنیادی مقصد......؟

نیکیوں کی لوٹ سیل کا مہینہ''رمضان'' شروع ہونے ہی والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمتوں اور مغفرتوں کو سمیٹنے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کے لیے ماہِ رمضان کے ریفریشر کورس سے ہمیں ایک بار پھر استفادہ کا موقع دیا ہے۔ اپنی رحمتوں اور برکتوں کی لوٹ سیل لگائی کہ ہر باعمل مسلمان زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ سکے اور مغفرت کی بارش میں اپنے گناہوں کو دھو سکے۔ 29 یا 30 روزوں کا تربیتی کورس دیا کہ تقویٰ حاصل کرلیں، شب قدر دی کہ ایک ہی رات کی عبادت کر کے ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب پا سکیں۔ یقیناً آپ نے اس لوٹ سیل اور ماہ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے استفادہ کرنے کا پروگرام بنا لیا ہوگا۔ روزے کا مقصد محض بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ اس کا بنیادی مقصد تو تقویٰ حاصل کرنا ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ:۱۸۳) (اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔)

تقویٰ محض نوافل پڑھنے، افطاریاں کرانے، تلاوت کرنے یا تسبیح پھیرنے کا نام نہیں ہے بلکہ تقویٰ بنیادی طور پر پرہیزگاری کا نام ہے اور لغت میں پرہیز کے معنی ہیں ''احتیاط، احتراز، اجتناب، ناجائز اور حرام چیزوں سے دوری اور نفرت۔'' انگریزی میں اسے ''Abstinence'' کہتے ہیں اور ڈکشنری میں اس کے معنی ہیں کسی بری چیز سے رضاکارانہ طور پر اجتناب کرنا، شراب اور دیگر منشیات سے پرہیز کرنا.........مگر ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ تقویٰ کے معنی ''معروف کام'' کرنے کے لیتے ہیں یعنی اگر کوئی فرد نماز پڑھتا ہے، نوافل ادا کرتا ہے، خیرات دیتا یا حج وعمرہ کرتا ہے تو وہ معاشرے میں متقی سمجھا جاتا ہے۔ بلاشبہ ایک متقی کے اندر مذکورہ تمام صفات بھی ہونی چاہئیں لیکن صرف یہ کام کر کے سمجھ لینا کہ ہم نے تقویٰ حاصل کر لیا ہے، غلط ہے۔ ایک مسلمان کے اعمال میں جب تک برے کاموں (جھوٹ، غیبت، بخیلی، اسراف، چغل خوری، بے صبری، حسد، بغض، ظلم، چوری، کم تولنا، دھوکا، ملاوٹ، شراب نوشی، جوا، زنا، بدعات وخرافات وغیرہ وغیرہ) سے مکمل اجتناب اور نفرت نہیں آئے گی، تقویٰ کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے اور جب تک یہ تقاضے پورے نہیں ہوں

گے انسان متقی نہیں بن سکتا۔ معروف کام کرنا اور منکرات سے پرہیز تقویٰ کی دو بنیادی شرائط ہیں۔

تقویٰ میں منکرات سے پرہیز کی اہمیت کا اندازہ ذیل کی مثالوں سے لگا لیں۔ ایک کمزور آدمی طاقت کی دوائیوں کے ساتھ اگر تھوڑا سا زہر بھی کھاتا رہے تو اس میں طاقت نہیں آئے گی بلکہ کمزوری بڑھے گی۔ ذیابیطس میں چینی سے پرہیز لازمی ہے، اگر ذیابیطس کا مریض دوائی کے ساتھ چینی بھی استعمال کرتا رہے تو کیا وہ تندرست ہو پائے گا؟ ہائی بلڈ پریشر میں نمک سے اجتناب ضروری ہے، کیا نمک کے استعمال کے ساتھ بلڈ پریشر کے مرض پر محض دواؤں سے قابو پایا جا سکے گا؟ معدے کے السر میں تیز مرچ مسالے سے بچنا لازمی ہے، اگر کوئی فرد تیز مرچ مسالوں سے پرہیز نہیں کرتا تو کیا اس کا السر ٹھیک ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح تقویٰ کے لیے بھی معروف کام کرنے یعنی نوافل پڑھنے، تلاوت کرنے، ذکر واذکار، صدقہ وخیرات وغیرہ کے ساتھ ساتھ منکرات سے پرہیز ضروری ہے۔ اگر آپ منکرات سے پرہیز نہیں کرتے تو تقویٰ بھی نہیں پا سکتے۔

روزے کا ایک اہم ''حاصل'' صبر وتحمل ہے۔ سخت بھوک اور پیاس میں بھی کوئی روزہ دار کھانا نہیں کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے، کوئی گالی دے تو جواب میں وہ گالی نہیں دیتا۔ یہ صبر وتحمل ہمارے اندر کس حد تک پیدا ہوتا ہے اس کا اندازہ ہمیں تین بجے کے بعد سڑکوں پر افراتفری، افطار کے سامان کی دکانوں پر دھکم پیل اور افطار پارٹیوں میں سامان خورونوش کی کھینچا تانی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ اسراف اور بخیلی بھی اہم منکرات ہیں۔ اسراف کرنے والوں کو تو قرآن مجید میں شیطان کے بھائی کہا گیا ہے (بنی اسرائیل) بخیلی کی بھی قرآن مجید میں متعدد جگہ مذمت کی گئی ہے اور اسے باعث تباہی و بربادی قرار دیا گیا ہے۔ عید کی خریداری پر اسراف کے کھلے مظاہرے دیکھنے کو ملتے ہیں اور بخیلی کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ غریب آئے روز خودکشی کر رہے ہیں اور عید کے موقع پر تو رفتار مزید بڑھ جاتی ہے۔ ہزاروں افراد کی افطاری کرانے والے بھی غریب رشتے داروں کو چند روپے تک دینا گوارا نہیں کرتے۔ بیشتر تو حال تک نہیں پوچھتے۔ جھوٹ ایک اور اہم منکر ہے اور سب سے زیادہ ماہ رمضان ہی میں بولا جاتا ہے۔ دکاندار، خریدار، بھکاری اور سخی سب ایک دوسرے سے جھوٹ بولتے ہیں، اسی لیے ہر سال رمضان کا ریفریشر کورس ہماری انفرادی واجتماعی زندگی پر کوئی قابل ذکر مثبت اثرات مرتب نہیں کر رہا اور ہم روز بروز برائی کی دلدل میں بخوشی دھنستے جا رہے ہیں۔ خود فیصلہ کریں کہ جب کسی منکر سے نہ توبہ کی اور نہ تقویٰ حاصل کیا تو کیا روزے کا مقصد حاصل ہوگا؟ **وما علینا الا البلاغ المبین**

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سورۂ القدر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ o لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ o تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ o سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ o﴾

''ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اِذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔''

اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (البقرہ 185) اس سے معلوم ہوا کہ وہ رات جس میں پہلی مرتبہ خدا کا فرشتہ غار حرا میں نبی ﷺ کے پاس وحی لے کر آیا تھا وہ ماہ رمضان کی ایک رات تھی۔ اس رات کو یہاں شب قدر کہا گیا ہے اور سورۂ دُخان میں اسی کو مبارک رات فرمایا گیا ہے: انا انزلنه في ليلة مبركة ''ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔'' (آیت 3)

اس رات میں قرآن نازل کرنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس رات پورا قرآن حامل وحی فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا، اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً 23 سال کے دوران میں جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی آیات اور سورتیں رسول اللہ ﷺ پر نازل کرتے رہے۔ یہ مطلب ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ، بیہقی)۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے نزول کی ابتدا اس رات سے ہوئی۔ یہ امام شعبی کا قول ہے۔ اگرچہ ان سے بھی دوسرا قول وہی منقول ہے جو ابن عباس کا اوپر گزرا ہے۔ (ابن جریر) بہر حال دونوں صورتوں میں بات ایک ہی رہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے نزول کا سلسلہ اسی رات کو شروع ہوا اور یہی رات تھی جس میں سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات نازل

کی گئیں۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی آیات اور سورتیں اللہ تعالیٰ اسی وقت تصنیف نہیں فرماتا تھا جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت اسلامی کو کسی واقعہ یا معاملہ میں ہدایت کی ضرورت پیش آتی تھی، بلکہ کائنات کی تخلیق سے بھی پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زمین پر نوع انسانی کی پیدائش، اس میں انبیاء کی بعثت، انبیاء پر نازل کی جانے والی کتابوں، اور تمام انبیاء کے بعد آخر میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمانے اور آپ پر قرآن نازل کرنے کا پورا منصوبہ موجود تھا۔ شب قدر میں صرف یہ کام ہوا کہ اس منصوبے کے آخری حصے پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔ اس وقت اگر پورا قران حاملین وحی کے حوالے کر دیا گیا ہو تو کوئی قابل تعجب امر نہیں ہے۔

قدر کے معنی بعض مفسرین نے تقدیر کے لیے ہیں، یعنی یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ تقدیر کے فیصلے نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کی تائید سورۃ دُخان کی یہ آیت کرتی ہے: **فیھا یفرق کل امر حکیم** ''اس رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے'' (آیت 5) بخلاف اس کے امام زہری کہتے ہیں کہ قدر کے معنی عظمت وشرف کے ہیں یعنی وہ بڑی عظمت والی رات ہے۔ اس معنی کی تائید اسی سورۃ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ ''شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

اب رہا یہ سوال کہ یہ کونسی رات تھی، تو اس میں اتنا اختلاف ہوا ہے کہ قریب قریب 40 مختلف اقوال اس کے بارے میں ملتے ہیں لیکن علماء امت کی بڑی اکثریت یہ رائے رکھتی ہے کہ رمضان کی آخری دس تاریخوں میں سے کوئی ایک طاق رات شب قدر ہے اور ان میں بھی زیادہ تر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے۔ اس معاملہ میں جو معتبر احادیث منقول ہوئی ہیں انہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے (ابوداؤد طیالسی)۔ دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ سے یہ ہے کہ وہ رمضان کی آخری رات ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابی بن کعب سے زر بن حبیش نے شب قدر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حلفاً کہا اور استثناء نہ کیا کہ وہ ستائیسویں رات ہے۔ (احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان)

حضرت ابوذر سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر، حضرت حذیفہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے بہت سے لوگوں کو اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات ہے، اکیسویں، یا تئیسویں، یا پچیسویں، یا ستائیسویں، یا انتیسویں یا آخری۔(مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو جب کہ مہینہ ختم ہونے میں 9 دن باقی ہوں یا سات دن باقی، یا پانچ دن باقی (بخاری)۔ اکثر اہل علم نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضورؐ کی مراد طاق راتوں سے تھی۔

حضرت ابوبکرہ کی روایت ہے کہ 9 دن باقی ہوں یا سات دن یا پانچ دن یا تین دن یا آخری رات، مراد یہ تھی کہ ان تاریخوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔(ترمذی، نسائی)

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات میں تلاش کرو۔(بخاری، مسلم، احمد، ترمذی)۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمر کی یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تازیست رمضان کی آخری دس راتوں میں اعتکاف فرمایا ہے۔

اس معاملہ میں جو روایات حضرت معاویہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس وغیرہ بزرگوں سے مروی ہیں ان کی بنا پر علمائے سلف کی بڑی تعداد ستائیسویں رمضان ہی کو شب قدر سمجھتی ہے۔ غالبًا کسی رات کا تعین اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ شب قدر کی فضیلت سے فیض اٹھانے کے شوق میں لوگ زیادہ سے زیادہ راتیں عبادت میں گزاریں اور کسی ایک رات پر اکتفا نہ کریں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت مکہ معظّمہ میں رات ہوتی ہے اس وقت دنیا کے ایک بڑے حصے میں دن ہوتا ہے، اس لیے ان علاقوں کے لوگ تو کبھی شب قدر کو پا ہی نہیں سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں اکثر رات کا لفظ دن اور رات کے مجموعے کے لیے بولا جاتا ہے، اس لیے رمضان کی ان تاریخوں میں سے جو تاریخ بھی دنیا کے کسی حصہ میں ہو اس کے دن سے پہلے والی رات وہاں کے لیے شب قدر ہوسکتی ہے۔

مفسرین نے بالعموم یہ بیان کیا ہے کہ اس رات کا عمل خیر ہزار مہینوں کے عمل خیر سے افضل ہے جن میں شب قدر شمار نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس رات کے عمل کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ کے اجر کی خاطر عبادت کے لیے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔'' اور مسند احمد میں حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ''شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے، جو شخص ان کے اجر کی طلب میں عبادت کے لیے کھڑا رہا اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔'' لیکن آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ **العمل فی لیلة القدر خیر من العمل فی الف شھر** (شب قدر میں عمل کرنا ہزار مہینوں میں عمل کرنے سے بہتر ہے) بلکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ ''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' اور ہزار مہینوں سے مراد بھی گنے ہوئے 83 سال چار مہینے نہیں ہیں بلکہ اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ بڑی کثیر تعداد کا تصور دلانے کے لیے وہ ہزار کا لفظ بولتے تھے۔ اس لیے آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس ایک رات میں خیر اور بھلائی کا اتنا بڑا کام ہوا کہ کبھی انسانی تاریخ کے کسی طویل زمانے میں بھی ایسا کام نہ ہوا تھا۔

☆......☆......☆

بقیہ: نومسلم امریکی مبلغ

''پرامن بقائے باہمی'' اور سفید فام

ایک لفظ جو سفید فام کثرت سے دہراتا ہے وہ ہے ''پرامن بقائے باہمی'' درست، لیکن سفید فام کے اپنے کرتوت پکار رہے ہیں، اپنے تمام تر تاریخی سفر میں وہ اپنے ایک ہاتھ میں عیسائیت کا جھنڈا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار اور بندوق تھامے رہا ہے۔

اگر یہی بہترین عیسائیت ہے؟

امریکہ کی عیسائی تہذیب جس نے دنیا میں صرف سفید نسل کو ترویج دی ہے، عیسائیت کا آخری مضبوط ترین قلعہ ہے۔ یہ نام نہاد عیسائیت جس پر امریکہ میں عمل کیا جاتا ہے، یہی بہترین عیسائیت ہے تو کسی صحیح العقل شخص کو یہ دیکھنے کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے کہ عیسائیت کا انجام قریب ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ پروٹیسٹنٹ علماء اپنی تحریروں میں ''زمانہ مابعد عیسائیت'' کی ترکیب استعمال کر رہے ہیں اور اس سے ان کی مراد ''آج'' ہے۔

ڈاکٹر محمد شریف چودھری

رذائل اخلاق

شراب اور نشہ آور اشیاء

شراب اور نشہ آور اشیاء کے لیے قرآن میں لفظ ''الخمر'' استعمال ہوا ہے جسے حرام کیا گیا ہے۔ یہ لفظ خمر اسے نکلا ہے جس کا مطلب ہے اُس نے چھپایا، اس نے ڈھانپا۔ شراب اس لیے حرام ہے کہ وہ عام طور پر عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔ قرآن نے خمر کی ممانعت کی ہے۔ خمر کا لفظ عام ہے اور ہر چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو عقل کو ڈھانپے۔ خمر میں شراب اور شراب کی طرح عقل کو ڈھانپنے والی سب نشہ آور اشیاء شامل ہیں مثلاً بھنگ، چرس، افیون، ہیروئن وغیرہ۔ حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ہے: ''ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ''جس کا زیادہ پینا (یا کھانا) نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔''

قرآن میں شراب کی حرمت مرحلہ وار آئی تا کہ لوگوں کو آہستہ آہستہ اس کے استعمال سے روکا جائے کیونکہ لوگ ظہور اسلام سے پہلے اس کے عادی ہو چکے تھے۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 219 میں جو ہجرت مدینہ کے فوراً بعد لوگوں کے استفسار پر نازل ہوئی، جوئے اور شراب کے نقصانات بتائے گئے جو یقیناً اُن کے فوائد سے زیادہ ہیں۔ دوسرے مرحلے میں سورہ النساء کی آیت نمبر 43 نازل ہوئی جس میں مومنوں کو نشہ کی حالت میں (یعنی شراب پی کر) نماز کے قریب بھی جانے (یعنی نماز پڑھنے سے) منع کر دیا گیا۔ بالآخر سورہ المائدہ کی آیات نمبر 90-92 نازل ہوئیں جن میں شراب (اور دوسری نشہ آور اشیاء) کو مکمل طور پر حرام کر دیا گیا۔ بعض شراب کے رسیا ماڈرن مسلمان کہتے ہیں کہ شراب کو صرف منع کیا گیا ہے حرام نہیں کیا گیا، اُن سے گزارش ہے کہ وہ نبیؐ کی احادیث پڑھ لیں جن میں شراب اور سب نشہ آور اشیاء کو مکمل طور پر حرام کر دیا گیا ہے۔ احادیث نبوی ﷺ قرآن کے ساتھ ساتھ اسلامی قوانین کا بنیادی مواخذ ہیں اور ان پر عمل اہل ایمان کے لیے لازم ہے۔

شراب اور نشہ آور اشیاء عموماً اور اصلاً گندی، بدبودار، غلیظ طریقے سے بنائی ہوئی اور مضر صحت ہیں اور ان کے نتائج فرد اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہیں، اس لیے ہر دنیاوی و دینی اور اخلاقی قانون نے ان سے منع کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی بائبل میں بھی یہ حرام ہے۔ نبیؐ نے شراب کو دوائی

نہیں بلکہ بیماری کہا حتیٰ کہ تمام خباثتوں کی جڑ کہا ہے۔شراب جگر کو تباہ کر دیتی ہے، شاہراہوں پر ہونے والے بہت سے حادثات کی وجہ ہے اور بہت سے لڑائی جھگڑے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ زمانۂ حال میں دنیا میں اموات کی سب سے بڑی وجہ شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال ہے، اس لیے اسلام نے انہیں حرام کیا ہے اور سختی سے ان کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔تاہم قرآن نے اس کی سزا مقرر نہیں کی۔ نبیؐ کے زمانہ میں شرابیوں کو ہاتھوں سے، جوتوں سے اور ڈنڈوں سے مارا جاتا تھا۔حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں شراب پینے والوں کی سزا پہلے چالیس کوڑے اور پھر 80 کوڑے مقرر کی۔

جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اکثر دانشور اور علماء تمبا کو نوشی کو بھی منشیات یا نشہ آور اشیاء میں شامل کرتے ہیں، کیونکہ تمبا کو نوشی میں نشہ کی کیفیات موجود ہوتی ہیں۔تمبا کو نوشی انسانی معاشرے میں صدیوں سے رائج ہے اور اس کے طریقوں میں سب سے زیادہ قدیم طریقہ حقہ کا استعمال اور نسوار خوری ہے۔آج کل اس کا استعمال سگریٹ، پائپ، سگار، بیڑی، شیشہ اور پان وغیرہ کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔تمبا کو نوشی کی لعنت نے اکثر مرد و زن کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔اور اس سے پیدا شدہ امراض میں مرنے والوں کی تعداد شراب اور دیگر منشیات سے مرنے والوں کے بعد سب سے زیادہ ہے۔اب اس موضوع پر ہم آیات قرآن اور احادیث نبوی ﷺ پیش کرتے ہیں:

آیات قرآن

1- اے پیغمبر لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔(البقرہ219:2)

2- مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے نہ لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ......۔(النساء43:4)

3- اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں، سو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم نجات پاؤ۔شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہاری آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہئے۔(المائدہ5:90-91)

احادیث نبوی ﷺ

1- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت کی ہے: اس کو نچوڑنے والے، اس کو نچڑانے والا، اس کا پینے والا، اس کا اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھائی گئی اس پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے لے جانے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کے خریدنے والے پر اور جس کے لیے خریدی گئی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

2- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے پر کھجور کی ڈالیوں اور جوتیوں کے ساتھ مارا۔ ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے مارے (بخاری، مسلم)۔ حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے نبی ﷺ نے شراب کی حد میں جوتیوں اور کھجور کی ڈالیوں کے ساتھ چالیس مرتبہ مارا۔

3- سائبؓ بن یزید سے روایت ہے کہ شراب پینے والے کو نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں لایا جاتا تھا۔ ہم اپنے ہاتھوں، اپنی چادروں اور جوتیوں کے ساتھ اس پر کھڑے ہوتے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری سال ہو گئے۔ انہوں نے چالیس کوڑے مارے، یہاں تک کہ جب وہ حد سے گزرے اور حد اعتدال سے گزر گئے تو حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے مارے۔ (بخاری)

4- حضرت ثورؓ بن زید ویلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے شراب کی حد میں مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ کہنے لگے: میرا خیال ہے کہ اسی (80) کوڑے لگائے جائیں۔ کیونکہ کوئی آدمی جب شراب پیتا ہے مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہو جاتا ہے بیہودگی بکتا ہے۔ اور جس وقت بکتا ہے بہتان لگاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کی۔ (مالک)

5- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (مسلم)

6- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا زیادہ پینا نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

7- ویلم حمیریؓ سے روایت ہے: میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ ہم سرد علاقہ میں رہنے والے ہیں، ہم اس میں سخت کام کرتے ہیں، ہم گیہوں سے شراب بناتے ہیں اور اس سے اپنے کاموں میں ہم قوت حاصل کرتے ہیں اور اپنے علاقہ کی سردی سے بچتے ہیں۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: کیا وہ نشہ آور ہے۔ میں نے کہا: ہاں۔فرمایا: اس سے بچو۔ میں نے کہا: لوگ اس کو نہیں چھوڑیں گے۔آپؐ نے فرمایا: اگر لوگ نہ چھوڑیں تو ان سے لڑو۔(ابوداؤد)

8- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ہمیشہ شراب پینے والا، قطع رحمی کرنے والا اور سحر کا یقین کرنے ولا۔(احمد)

9- حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔فرماتے تھے: میری امت شراب پیے گی، اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

10- وائل الحضرمی نے کہا کہ طارق بن سوید نے نبیؐ سے شراب کے بارے میں پوچھا۔آپؐ نے منع کیا۔ جب اُس نے کہا کہ میں اسے دوائی کے لیے بناتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا: یہ دوائی نہیں، یہ بیماری ہے۔(مسلم)

11- حضرت ابودردہؓ سے روایت ہے کہ میرے دوست (نبیؐ) نے مجھے نصیحت کی کہ شراب یا نشہ آور چیز استعمال نہ کرو، یہ سب برائیوں کی چابی (یاماں) ہے۔(ابن ماجہ)

☆......☆......☆

سمجھ میں نہ آنے والی منطق

رہزن جب تک علیحدہ علیحدہ ہوں وہ رہزن ہیں لیکن اگر رہزن یونین بنالیں تو وہ پاسبان بن جاتے ہیں، چور اگر اپنا کوئی اتحاد قائم کرلیں، وفاق قائم کرلیں تو وہ چوکیدار کی حیثیت اختیار کرلیتے ہیں، لیکن اگر الگ الگ ہیں تو چور ہیں، رہزن ہیں، یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک رہزن رہزن ہے، دو رہزن رہزن ہیں، لیکن سو رہزن آپس میں مل کر پاسبان کیسے بن جاتے ہیں۔ یہی رہزنی جب ایک فرد واحد میں ہے تو مضر ہے لیکن ترقی کرکے گنتی سو کے درجے تک پہنچی تو اب کیسے مضر نہیں رہے گی۔ اگر وہ ایک نمبر کی مضر تھی تو اب سو نمبر کی مضر ہونی چاہیے۔ دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اجتماعی تنظیمات سب کا حال یہی ہے۔ یورپ، امریکہ اور روس کی حکومتوں کو دیکھئے، اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسق الخیال، فاسد المقصد، جن کے مقاصد تخریبی، جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار و خیالات فاسد، ان سبھوں نے ایک اجتماعی نظام بنالیا ہے اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کررہا ہے۔(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

مولانا محمد یوسف اصلاحیؒ

روزے کا مسائل

☆ روزے کی نیت کے احکام

۱: نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں، دل میں روزے کا محض ارادہ کر لینے سے روزہ درست ہوجاتا ہے، زبان سے اظہار ضروری نہیں۔

۲: رمضان المبارک میں ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے، مہینے بھر کے روزوں کی ایک بار نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔

۳: تین قسم کے روزوں میں غروب آفتاب سے قبل نصف النہار تک کسی وقت بھی نیت کر لے درست ہے:

(۱) رمضان کے اداروزوں میں۔۲: نذر کے ان روزوں میں جن کی تاریخ یا دن متعین ہو۔

(۳) عام نفلی روزوں میں۔

چار قسم کے روزوں میں غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک نیت کر لینا ضروری ہے:

(۱) رمضان کے قضا روزوں میں۔

(۲) نذر کے ان روزں میں جن کی تاریخ یا دن متعین نہ ہو۔

(۳) کفارے کے روزوں میں۔

(۴) ان نفلی روزوں کی قضا میں جو شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے فاسد ہو گئے ہوں۔

۴: رمضان میں صرف رمضان ہی کا روزہ فرض ہے، کوئی دوسرا روزہ رمضان میں صحیح نہیں ہے لہٰذا رمضان میں اگر کوئی نفل یا واجب روزے کی نیت کر لے تب بھی وہ رمضان ہی کا روزہ قرار پائے گا۔

۵: روزے کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے لہٰذا شب میں روزے کی نیت کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نیت کرتے ہی ساری ممنوع چیزوں سے آدمی بچا رہے۔ نیت چاہے شب میں کسی وقت کرے ممنوعات سے بچنے کا وقت صبح صادق سے ہی شروع ہوگا۔

روزے کے فرائض

روزے میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک تین باتوں سے رکا رہنا فرض ہے:

۱: کھانے سے۔

۲: پینے سے۔

۳: نفسانی خواہشات سے۔

روزے کے سنن اور مستحبات

۱: سحری کھانا سنت ہے، چاہے وہ چند گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔

۲: سحری اخیر وقت میں یعنی صبح صادق سے ذرا پہلے کھانا سنت ہے۔

۳: افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، غروب آفتاب معلوم ہونے کے جو ذرائع مہیا ہوں ان سے جب غروب کا یقین ہو جائے تو خوامخواہ دیر کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

۴: کھجور، چھوہارہ اگر مہیا ہوں تو ان سے افطار کرنا مستحب ہے، پانی سے افطار کرنا بھی مستحب ہے۔

۵: روزے کی نیت رات ہی سے کرلینا مستحب ہے۔

۶: غیبت، چغلی، شور و ہنگامہ، لڑائی جھگڑا، جبر و زیادتی اور سخت کلامی اور سخت گیری، غضب وغصہ وغیرہ سے روزے میں بچنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔ مومن کو یوں بھی ان چیزوں سے بچنا چاہیے لیکن روزے میں اور زیادہ شعور کے ساتھ ان سے بچے رہنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔

مفسداتِ صوم

جن چیزوں سے روزہ فاسد ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جن میں صرف قضا واجب ہے اور ایک وہ جن میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

وہ مفسدات جن میں صرف قضا واجب ہے

۱: اس غلط فہمی میں کچھ کھا پی لیا کہ سحری کا وقت باقی ہے اور فی الواقع سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا یا سورج ڈوبنے سے پہلے یہ سمجھ کر کہ سورج ڈوب گیا ہے کچھ کھا پی لیا۔

۲: بے ارادہ کوئی چیز پیٹ میں پہنچ گئی۔

۳: دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا، مگر روزے کی نیت نہیں کی یا نصف النہار کے بعد نیت کی۔

۴: روزے میں کسی نے منہ بھر کر قے کی۔

۵: کوئی ایسی چیز کھالی جو نہ دوا ہے اور نہ غذا مثلاً لوہے یا لکڑی کا ٹکڑا یا کنکری وغیرہ نگل لی۔

۶: بھولے سے روزے میں کچھ کھا پی لیا اور پھر یہ سمجھا کہ روزہ تو ٹوٹ ہی گیا اب کھانے میں کیا حرج ہے اور خوب پیٹ بھر کر کھا لیا۔

۷: روزے میں کان کے اندر تیل ڈال لیا۔

۸: مسواک کرنے میں مسوڑھوں سے خون نکلا اور نگل لیا۔ ہاں اگر خون برائے نام ہو جس کا ذائقہ بھی حلق میں محسوس نہ ہو تو قضا واجب نہیں۔

وہ مفسدات جس میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں

۱: کھانے پینے کی کوئی چیز قصداً کھا لی، یا بطورِ دوا کوئی چیز کھا لی۔

۲: قصداً کوئی ایسا فعل کیا جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن اس غلط فہمی میں روزہ توڑ دیا کہ ایسا کر لینے سے روزہ فاسد ہو چکا ہے۔ مثلاً سرمہ لگایا، سر میں تیل ڈالا اور پھر یہ سمجھ کر روزہ توڑ دیا کہ سرمہ لگانے اور سر میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۳: قصداً نفسانی خواہش پوری کر لی۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے

۱: بلا وجہ منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا۔

۲: کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں ضرورت سے زیادہ اہتمام کرنا۔

۳: بے قراری، گھبراہٹ اور اضمحلال وغیرہ کا بار بار اظہار کرنا۔

۴: منجن، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ چبا کر اس سے دانت مانجھنا۔

۵: غیبت، گالی گلوچ، شور و ہنگامہ کرنا، کسی کو ستانا اور جبر و زیادتی کرنا وغیرہ۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا

۱: روزے میں بھولے سے کچھ کھا پی لیا، خواہ پیٹ بھر کر کھایا ہو اور خوب سیر ہو کر پیا ہو۔

۲: دن میں سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہو گئی۔

۳: سرمہ لگانا، سر میں تیل ڈالنا، خوشبو سونگھنا، بدن کی مالش کرنا وغیرہ۔

۴: تھوک اور بلغم نگل لینا۔

۵: بے اختیار مکھی نگل لی، حلق میں گرد و غبار پہنچ گیا یا دھواں چلا گیا خواہ وہ دھواں بیڑی سگریٹ کا ہو۔

۶: کان میں خود بخود پانی چلا گیا یا دوا چلی گئی۔

۷: بے اختیار قے ہوگئی چاہے منہ بھر کر ہی ہو۔

۸: مسواک کرنا خواہ مسواک بالکل تازہ ہی ہو اور اس کی کڑواہٹ بھی منہ میں محسوس ہو۔

۹: گرمی کی شدت میں کلی کرنا، منہ دھونا، نہانا یا تر کپڑا سر یا بدن پر رکھنا۔

۱۰: قصداً قے کی لیکن منہ بھر کر نہیں ہے تو ان چیزوں سے روزے میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔

سحری کی فضیلت اور تاکید

روزہ رکھنے کے ارادے سے صبح صادق سے پہلے پہلے جو کھایا پیا جاتا ہے اس کو سحری کہتے ہیں۔ سحری کھانا سنت ہے۔ نبی ﷺ خود بھی سحری کھانے کا اہتمام فرماتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی تاکید کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے میں یہی فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے۔'' (مسلم)

نیز آپ ﷺ نے تاکید فرمائی: ((تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَةً)) (بخاری، مسلم) ''سحری کھایا کرو اس لیے کہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے۔''

سحری کھانے کی حکمت واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامِ لیل کے لیے دوپہر کے قیلولے سے قوت حاصل کرو اور دن کو روزہ رکھنے کے لیے سحری کھانے سے قوت حاصل کیا کرو۔'' (ابن ماجہ)

اگر بھوک پیاس نہ ہو تو کچھ تھوڑا سا کھا کر ایک آدھ گھونٹ پانی ہی پی لینا چاہیے اس لیے کہ سحری کھانے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''سحری کھانا سراسر برکت ہے پس سحری کھانا نہ چھوڑو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو، سحری کھانے والوں پر خدا رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔''

(الترغیب، مسند احمد)

سحری میں تاخیر

سحری تاخیر سے کھانا سنت ہے، تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق میں کچھ ہی وقت باقی ہو۔ بعض لوگ احتیاط کے پیش نظر آدھی رات ہی سے کھا پی کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ یہ بہتر نہیں ہے بلکہ تاخیر ہی سے کھانے میں زیادہ اجر و ثواب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ''ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا سحری اور اذانِ فجر میں کتنا وقفہ رہا ہوگا؟ حضرت زید نے بتایا کہ صرف پچاس آیتوں کے بقدر وقفہ رہا ہوگا۔'' (بخاری، مسلم) ظاہر ہے پچاس آیتیں پڑھنے میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے۔

افطار میں تعجیل

افطار میں تعجیل مستحب ہے۔ تعجیل کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد احتیاط کے خیال سے خواہ مخواہ تاخیر کرنا مناسب نہیں بلکہ فوراً ہی افطار کرنا مستحب ہے۔ اس طرح کی غیر ضروری احتیاط اور غیر مطلوب تقویٰ کے اظہار سے دینی مزاج بگڑ جاتا ہے۔ اس لیے کہ دِین کھانے پینے سے رکنے، نفس کو مشقتوں میں ڈالنے اور تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے بلکہ دِین خدا کی بے چوں چرا اطاعت کرنے کا نام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تین باتیں پیغمبرانہ اخلاق میں سے ہیں:

۱: سحری تاخیر سے کھانا۔

۲: افطار میں تعجیل کرنا۔

۳: نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لوگ اچھی حالت میں رہیں گے جب تک کہ وہ افطار میں جلدی کریں گے۔'' (بخاری، مسلم)

افطار کس چیز سے مستحب ہے؟

کھجور اور چھوہارے سے افطار مستحب ہے اور یہ نہ ہو تو پانی سے افطار بھی مستحب ہے لیکن اس معاملے میں غلو کرنا اور کسی دوسری چیز سے افطار کو غیر متقیانہ فعل سمجھنا قطعاً غلط ہے جس سے بچنا لازم ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی انہی چیزوں سے افطار کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دی ہے لیکن اس کی مصلحت صرف یہ ہے کہ کھجور عرب میں ہر غریب و امیر کو بسہولت میسر آ جاتی تھی اور یہ ان کی مرغوب غذا بھی تھی۔ رہا پانی تو وہ کھانے پینے کی ساری چیزوں کے مقابلے میں آسانی اور فراوانی کے ساتھ دستیاب ہونے والی چیز ہے۔ بروقت جو چیز بھی بسہولت مہیا ہو جائے اس سے روزہ افطار کر سکتے ہیں۔ البتہ بسہولت کھجور اور چھوہارہ مل سکے تو اس سے روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔

افطار کرانے کا اجر وثواب

افطار کرانا بھی پسندیدہ عمل ہے چاہے ایک کھجور ہی سے افطار کرا دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس شخص نے کسی روزے دار کو افطار کرایا یا کسی مجاہد کو جہاد کے لیے کچھ سامان دیا تو اس کو روزے دار اور مجاہد کی طرح اجر وثواب ملے گا۔'' (بیہقی)

افطار کی دعا

افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ)) (ابوداؤد)

اے اللہ! میں نے تیری ہی رضا کے لیے روزہ رکھا اور تیری ہی دی ہوئی روزی سے افطار کیا۔

افطار کرنے کے بعد یہ پڑھے:

((ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ))

پیاس جاتی رہی، رگیں تر وتازہ ہوگئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر وثواب ضرور ملے گا۔

سفر اور مرض میں روزے کے احکام

خدا نے دِین کے احکام میں بندوں کی معذوری اور مشقت کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے چنانچہ روزے میں بھی مسافر اور مریض کو یہ سہولت بخشی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور دوسرے ایام میں اس کی قضا رکھ لیں۔ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ط﴾

(البقرہ: 185)

''پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے ایام میں روزوں کی گنتی پوری کرلے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے اور تمہیں تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔''

ا: روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہر سفر میں ہے خواہ وہ کسی غرض کے لیے ہو اور خواہ اس میں مشقت ہو یا سہولت۔ البتہ جس سفر میں خاص مشقت اور تکلیف نہ ہو بلکہ آرام اور سہولت ہو تو پھر مستحب

یہ ہے کہ روزہ رکھ لیا جائے تا کہ رمضان المبارک کی فضیلت اور برکت سے محرومی نہ رہے۔

۲: کوئی شخص روزے کی نیت کرنے یا روزہ شروع کر لینے کے بعد سفر پر روانہ ہو تو اس دن کا روزہ رکھنا اس پر لازم ہے البتہ توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۳: کوئی مسافر کسی مقام پر پندرہ دن کے قیام کی نیت سے ٹھہرا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ روزہ رکھے۔ روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں اور اگر پندرہ دن سے کم کے قیام کا ارادہ کیا ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ روزہ رکھے۔ ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔

۴: روزہ رکھنے میں یہ اندیشہ ہو کہ دوا اور غذا نہ ملنے کی صورت میں مرض بڑھ جائے گا یا کوئی مرض پیدا ہو جائے گا یا یہ کہ مرض طول پکڑ جائے گا اور صحت دیر میں حاصل ہوگی تو ایسی صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مریض واقعی مریض ہو اور مرض بڑھنے یا نئے مرض پیدا ہونے کا واقعی اندیشہ ہو محض وہم و خیال نہ ہو۔ اسی صورت میں اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جائے محض اس وہم و گمان سے کہ شاید مرض بڑھ جائے روزہ نہ رکھنا غلط ہے۔

روزہ رکھنے کے بعد توڑنے کی اجازت

روزہ رکھنے کے بعد کوئی غیر معمولی حادثہ ہو جائے مثلاً کسی گاڑی وغیرہ سے ٹکر ہو گئی یا سانپ نے کاٹ لیا یا اچانک کوئی شدید مرض ہو گیا یا شدید دورہ پڑ گیا، غرض کوئی بھی ایسا شدید حادثہ پیش آ جائے کہ اس میں دوا یا غذا نہ ملنے کی صورت میں جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا مرض میں غیر معمولی شدت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے۔

قضا اور کفارہ کے مسائل

۱: قضا روزے رکھنے میں نہ ترتیب ضروری ہے نہ تسلسل اور نہ یہ ضروری ہے کہ دن اور تاریخ وغیرہ مقرر کر کے روزے رکھے جائیں بلکہ جب اور جیسے سہولت ہو رکھ لیے جائیں البتہ بلاوجہ تاخیر کرنا درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو رکھ لیے جائیں۔

۲: اگر رمضان کے دو سال کے روزے رہ گئے ہوں تو قضا رکھنے کی صورت میں یہ تعین ضروری ہے کہ کس سال کے روزے رکھ رہا ہے۔ جس سال کے روزے رکھنے کا ارادہ ہو اسی سال کی نیت کر کے روزے رکھنا شروع کرے۔

۳: قضا روزے رکھنے میں یہ ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کر لی جائے، اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو یہ قضا کا روزہ نہ ہوگا نفلی روزہ قرار پائے گا اور قضا روزہ پھر رکھنا ہوگا۔

۴: کفارہ صرف رمضان کا روزہ فاسد ہونے سے واجب ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کوئی روزہ فاسد ہو جائے یا قصداً فاسد کر دیا جائے تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

۵: ایک ہی رمضان کے دوران ایک سے زائد روزے فاسد ہو گئے ہوں تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ ہر روزے کا الگ الگ کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۶: روزۂ رمضان کا کفارہ یہ ہے:

جہاں غلام آزاد کرنا ممکن ہو اور استطاعت بھی ہو تو ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ روزے مسلسل رکھنا واجب ہے۔ روزے رکھنے کے دوران اگر ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے اور کسی وجہ سے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا واجب ہے۔

۷: مساکین کو کھانا کھلانے میں عام معیار کا لحاظ رکھا جائے۔ نہ اپنے معیار سے اونچا کھلانا واجب ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ سوکھی روٹی دے کر اطمینان کر لیا جائے۔ کھانا کھلانے کے بجائے غلہ دینا یا غلے کی قیمت دینا بھی صحیح ہے۔ ایک دن کا غلہ صدقۂ فطر کے بقدر دیا جائے۔ (صدقۂ فطر کی مقدار کے لیے دیکھیے ڈاکٹر محمد شریف چودھری صاحب کا مضمون......ادارہ)

فدیہ

اگر کوئی شخص اتنا ضعیف ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا اتنا بیمار ہو کہ صحت کی کوئی امید ہی نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرے۔

ایک روزے کا فدیہ ایک شخص کے صدقۂ فطر کی مقدار غلہ واجب ہے۔ چاہے غلہ دے یا اس کی قیمت ادا کرے ہر صورت میں فدیہ صحیح ہوگا۔

☆......☆......☆

خواجہ محمد اسلم (امیر تحریک رحمت)

روزوں کی غرض وغائت، آئینۂ قرآن میں

روزوں کی غرض وغایت اوراہمیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہےاورلکھا جاتا رہے گا۔ آج ہم یہ دیکھیں گےخودقرآنِ حکیم روزوں کی غرض وغائت کوکس طرح بیان کرتا ہے۔چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَO﴾ (البقرہ2:183)

اے لوگو جوایمان لائے ہو!تم پرروزے فرض کیے گئے ہیں،جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی امتوں) پرفرض کیے گئے تھے،تاکہ تم میں تقویٰ کااحیاء ہوجائے۔

اس آیتِ کریمہ کی رُو سے یہ بات یقینی ہے کہ روزے رکھنے کے بعد اگر تقویٰ کا اِحیاء نہ ہوا تو روزے اکارت گئے۔

''تقویٰ''قرآنِ حکیم کی اہم اصطلاح ہےجس کے معنی جو عام طور پرمشہور ہیں یعنی اللہ سے ڈرنے والا،درست نہیں ہیں۔آیئے ہم معلوم کرتے ہیں کہ خودقرآنِ حکیم نے اپنی اس اِصطلاح کے کیا معنی کیے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان دو رشتے ہیں،ایک اِلٰہ دوسرا ربّ،اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بطور اِلٰہ بھی رحمٰن ورحیم ہے اور بطور ربّ بھی۔یہ راز اُس نے کتابِ ہدایت یعنی قُرآنِ عظیم کے آغاز ہی میں آشکار کردیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O﴾ (الفاتحہ 1-2)

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جورحمٰن یعنی رحمتِ بے پایاں کا مالک اورمخلوقات کواپنی رحمتِ بے پایاں سے ہمیشہ نوازنے والا،نیز رحیم یعنی اُن پر ہمیشہ ترس کھانے،بار بارمعاف کرنے اوربے انداز رحم وکرم کرنے والا ہے۔''

حسن تعریف اور تشکر و سپاس فقط اللہ کے لیے ہے جو کل جہانوں کی مخلوقات کا رب یعنی نشو ونما دینے والا، پروردگار، آقا و مالک ہے، اور وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔

استنباط ہوا کہ وہ بطور الٰہ کے رحمٰن و رحیم ہے اور بطور رب کے بھی۔

قُرآنِ حکیم شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیقات کا آغاز کرتے ہوئے اِن کا خمیر محبت پر اُٹھایا۔ محبت ایک داخلی قوت ہے۔ یہ قوت جب معرضِ اظہار میں آتی ہے تو دوسرں کے لیے رحمت ہوتی ہے۔ یعنی محبت اور رحمت ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں، داخلی ہو تو محبت کہلاتی ہے اور ظاہر ہوجائے تو رحمت۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَرَحۡمَتِيۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍ﴾ (الاعراف 156:7)

''یقیناً میری رحمت کُل اشیاء یا موجودات کو محیط ہے۔''

علاوہ ازیں، اللہ تعالیٰ تمام عالموں کا ربّ ہے اور یہ ایک تسلیم شُدہ حقیقت ہے کہ ربوبیت کا تقاضا شدید محبت یعنی عِشق ہے۔ دوسرے لفظوں میں، ربوبیّت اُسی کی ممکن ہے جس کے ساتھ ربوبیّت کرنے والا شدید محبت کرتا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ ماں اپنے بچے کی ربوبیّت کرتی ہے، لیکن اِسی انداز سے وہ کسی دوسرے کے بچے کی ربوبیّت نہیں کرتی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے شدید محبت یعنی عشق کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُO﴾ (البروج 14:85)

حقیقت یہ ہے کہ ''وہ'' مغفرت کرنے والا، شدید محبت کرنے والا ہے۔

ربّ عاشق انسان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ بھی اُسے اِسی شِدّت سے چاہے؛ کیونکہ یہی محبت کا تقاضا ہے ؏

عشق کا جب مزہ ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ 165:2)

''اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ انسان کا اِلٰہ جمیل (Object of Love & Beauty) ہو، ربِّ عاشق ہو

اور انسان اُس کا پرستار و عاشق بھی ہو اور پروردہ و محبوب بھی تو اس ہنگامۂ حسن و عشق میں ڈر یا خوف کی موجودگی؟ عقلِ سلیم اسے تسلیم نہیں کرتی۔

اِس گفتگو سے اِستنباط ہوا کہ تقویٰ کے معنیٰ ''اللہ سے ڈرنا'' تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ خود تصدیق کرتا ہے کہ ڈر یا خوف میرے پروردہ کے پاس تک نہیں پھٹک سکتے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ O﴾

(حٰم السجدہ 30:41)

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس پر قائم رہے تو اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ نہ خوف کھاؤ نہ غم کرو بلکہ خوش ہو جاؤ اُس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

[(نوٹ) انسان کو ڈرنا فقط اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافاتِ عمل سے چاہیے یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور اس کے لیے کوئی رعایت ہے اور نہ ہوگی]

قُرآنِ حکیم کا دعویٰ ہے کہ اپنی حسین یعنی سب سے بہترین تفسیر وہ خود ہی کر دیتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کہ قُرآنِ حکیم کا دعویٰ ہے تو کیوں نہ ہم تقویٰ کے معنی خود قُرآنِ حکیم سے معلوم کریں۔

تقویٰ قُرآنِ حکیم کی ایک از بس اہم اصطلاح ہے، جِسے اُس نے لُغوی اور اِصطلاحی دونوں معانی میں استعمال کیا ہے:

1۔ لُغوی معنیٰ: تقویٰ کا مادہ ''و ق ی'' ہے، جس کے معنی ہیں: کسی چیز کی حفاظت کرنا، نگہبانی و نگہداشت کرنا اور اسے مُضر اور تکلیف دہ چیز سے بچانا (تاج، لین) اس میں سلبی اور ایجابی دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں:

(الف) سلبی مفہوم: اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافاتِ عمل کی وجہ سے سیّئہ وشرّ اور باطل و کذب سے اپنے آپ کو بچانا:

﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ج صلے أُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ O﴾ (البقرہ 24:2)

''پھر اگر تُم ایسا نہ کر سکو اور یقیناً ایسا نہیں کر سکو گے تو پھر بچاؤ اپنے آپ کو اُس آگ سے جس کا ایندھن (مشرک و کافر) انسان اور (ذخیرہ اندوزوں کے جمع کیے ہوئے سیم وزر اور قیمتی) پتھر ہوں گے، جو تیار کی گئی ہے منکرینِ حق کے لیے۔''

(ب) ایجابی مفہوم: رضائے الٰہی کے حصول اور اپنے آپ کو جنت قُرّۃُ العین کے لیے پیراستہ (Qualify) کرنے کے لیے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کی طلب وجستجو کرنا:

﴿فَذَاقَتۡ وَبَالَ اَمۡرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمۡرِهَا خُسۡرًا O اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا لا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الۡأَلۡبَابِ الَّذِيۡنَ آمَنُوا قَدۡ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا O﴾ (الطّلاق 10-9:65)

''غرض انہوں نے (اللہ کے قانونِ مُکافاتِ عمل کے مطابق) اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھا۔ (یہ تو ایک نمونہ تھا) انجامِ کار، اُن کے لیے گھاٹا ہی گھاٹا ہے، مہیا کر رکھا ہے اللہ نے اُن کے لیے (دار الآخرت میں) شدید ترین عذاب۔ پس اے علم والو، جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اُس کے قُرب و رضوان کی آرزو وجستجو کرتے رہو اور اُس کے قانونِ مُکافاتِ عمل سے ڈرتے رہو۔ اللہ نے تُمہاری طرف ذکر (یعنی قُرآنِ حکیم) نازل کیا ہے (تاکہ تُم اُس کے احکام وقوانین اور ہدایات وتعلیمات کے مطابق عمل کرتے اور اپنے آپ کو جنت کے لیے پیراستہ کرتے رہو)''

2۔ اِصطلاحی معنی: قُرآنِ عظیم نے اپنی اس اہم اِصطلاح کو متعدد معانی میں اِستعمال کیا ہے:

(الف) آرزوئے ہدایت اور خوفِ گمراہی کا عرفان

﴿وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا O فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا O﴾ (الشمس 10-7:91)

''اور شاہد ہے نفسِ انسانی اور وہ (ذاتِ اقدس) جس نے اُسے موزوں بنایا۔ پھر اس میں حدود اللہ سے تجاوز کر جانے کا داعیہ اور آرزوئے ہدایت وخوفِ گمراہی کا عرفان ودیعت کر دیا۔''

اس آیت کریمہ میں تقویٰ کو فجور کی ضِد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور فجور کے معنی اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کر جانے اور صراطِ مُستقیم پر قائم رہنے کے بجائے ٹیڑھی ترچھی راہیں اختیار کرنے کے ہیں۔ یاد رہے کہ صاحبِ ارادہ واختیار انسان اگر قبیح خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتا ہے

تو اس کے نتیجے میں اُس کی آرزوئے ہدایت اور خوفِ گمراہی مُردہ ہوجاتی ہے اور وہ فجور میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

(ب) ایمان لانا اور حسین اعمال کرنا

﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ O﴾ (ص 28:38)

''کیا ہم کر سکتے ہیں اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور کیے انہوں نے حسین اعمال اُن لوگوں کی طرح جنہوں نے فساد مچایا زمین میں، یا ہم کر سکتے ہیں مُتّقیوں کو فاجروں کی مانند۔''

فساد کا مطلب ہے: اِنتشار پھیلانا (Disintegration) تو اُس کی ضِدّ ہوئی: اِکٹھا کرنا، پایۂ تکمیل تک پہنچانا، ہم آہنگی پیدا کرنا (Integration) اِستنباط ہوا کہ حُسنِ ایمان اور حُسنِ عمل سے معاشرے کی تکمیل ہوتی ہے، جسے قرآنِ حکیم نے تقویٰ سے تعبیر کیا ہے۔

(ج) ایمان و عمل میں مکمل ہم آہنگی

﴿وَاُزۡلِفَتِ الۡجَـنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ O وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِلۡغٰوِيۡنَ O﴾

(الشعرآء 26:90-91)

''اور قریب کر دی جائے گی جنت مُتّقیوں کے لیے اور گمراہوں پر دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔''

غاوین یعنی گمراہ وہ ہوتے ہیں جو پہلے سیدھے راستے پر ہوں۔ دوسرے لفظوں میں، جو اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین اور ہدایات و تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دے اُسے قُرآنِ حکیم غاوین سے تعبیر کرتا ہے۔ اس لحاظ سے مُتّقی وہ ہے جس کے ایمان و عمل میں مکمل ہم آہنگی ہو اور وہ اُس پر قائم رہے۔

(د) دوسروں کے لیے بھلائی چاہنا اور صلۂ رحمی کرنا

﴿وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى‌ ص وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ‌ ص﴾

(المائدہ 2:5)

''اور تعاون کرو احسان و حسنہ اور بھلائی و صلۂ رحمی کے کاموں میں اور مت تعاون کرو گناہ اور ظلم کے کاموں میں۔''

یہاں تقویٰ کے مقابل عدوان کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی دُشمنی کرنا، حد سے بڑھنا، سرکشی کرنا اور ظلم کرنا کے ہیں۔ اس طرح متقی وہ نیکوکار ہوا جو دوسروں کے لیے بھلائی چاہنے والا اور

صلۂ رحمی کرنے والا ہوا۔

پرہیز گاری: کچھ لوگ متقی کا ترجمہ پرہیز گار بھی کرتے ہیں، جو نامکمل ہے، اس لیے کہ اس میں سلبی پہلو یعنی غلط کاموں سے اجتناب تو ہے لیکن ایجابی پہلو، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین اور ہدایات وتعلیمات کے مطابق زندگی بسر کر کے اپنے آپ کو جنت کے لیے پیراستہ کرنا، مفقود ہے۔

تقویٰ کی حیثیت: مسلمانوں کے لیے تقویٰ اختیار کرنا لازمی امر ہے، کیوں کہ یہ حکمِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ (آلِ عمران 102:3)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ اور دیکھو! ہرگز موت نہ آئے تُم کو مگر اس حال میں کہ تُم مُسلم ہو۔''

نوٹ:...... قُرآنِ حکیم کی رُو سے ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور مُسلم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین اور ہدایات وتعلیمات پر عمل کرتا ہے۔

زیرِ نظر آیت کریمہ میں اس حقیقت کو آشکار کیا جارہا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قُرآنِ حکیم کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو خبردار کر دیا کہ ہدایت تقویٰ سے مشروط ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝﴾ (البقرہ 2:2)

''یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں قطعاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ مُتّقیوں یعنی آرزوئے جستجوءِ قُربِ اِلٰہِ جمیل اور گمراہی کا خوف رکھنے والوں کے لیے ہدایت ہے۔''

ہدایت کا مطلب انسان کی آخری منزل، جنت اور اُس کی آخری تمنا، اِلٰہِ جمیل سے ملاقات کے لیے ربِّ رحمٰن کی حسین شاہراہ یعنی صراطِ مُستقیم کو پانا ہے اور یہ ہدایت فقط قُرآنِ حکیم سے ملتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ط﴾ (البقرہ 120:2)

''اے میرے حبیب ﷺ! لوگوں کو بتا دیں کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے۔''

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ اور ہدایت لازم ملزوم کیوں ہیں؟ اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ ہدایت اُسے ملتی ہے جس کو اس کی طلب وجستجو ہو۔ اس کی مثال طالبِ علم جیسی ہے کہ علم اُسے

حاصل ہوتا ہے جو اس کا طالب ہو۔

ربِّ رحمٰن ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ O﴾ (محمد 17:47)

''وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی اللہ اُن کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے اور اُن کی آرزوئے الٰہ اور گمراہی کے خوف میں بھی مزید اضافہ کرتا ہے۔''

یہ حقیقت ہمہ وقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ مسلمانوں کی عبادات یعنی صلوٰۃ، روزہ، حج، زکوٰۃ کا مقصودِ حقیقی احیائے تقویٰ ہے (دیکھیے البقرہ 21:2، 63، 183، وبمواضع کثیرہ) دوسرے لفظوں میں تکمیلِ عبادات منزل نہیں ہے، بلکہ منزل کے حصول کا آغازِ سفر ہے۔

حاصلِ گفتگو: جب انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کے قُرب و رِضوان کے حصول کی آرزو پیدا ہو جائے اور خوف اس بات کا کہ راہِ راست پر چل نکلنے کے بعد گمراہ نہ ہو جاؤں، وہ متقی بن جاتا ہے۔ قُرآنِ حکیم کی بیان کردہ عبادات یعنی صلوٰۃ و زکوٰۃ، روزہ، حج اس لیے فرض کیے گئے کہ آدمی قُرآن سے ہدایات حاصل کر کے حیاتِ طیّبہ بسر کرنے کے لیے متقی بن جائے۔ وجہ یہ ہے کہ قُرآنِ حکیم فقط متقیوں کو ہدایت دیتا ہے۔

ثابت ہوا کہ اگر روزے رکھنے سے تقویٰ کا اِحیا نہ ہوا تو محنت اکارت گئی۔

﴿ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ (الحشر 2:59)

عبرت حاصل کرو، اے دیدۂ بینا رکھنے والو!

☆......☆......☆

لقمان نے حکمت کہاں سے سیکھی؟

حکمت و دانش میں حضرت لقمانؒ کا کوئی ثانی نہیں، ان سے کسی نے پوچھا: ''آپ نے حکمت و دانائی کہاں سے حاصل کی؟'' انہوں نے فرمایا: ''احمقوں اور بے وقوفوں سے۔'' پوچھنے والے نے پھر سوال کیا: ''کیسے؟'' حضرت لقمانؒ نے بتایا: ''بے وقوف اور احمق جو باتیں اور حرکتیں کرتے ہیں، میں وہ چھوڑ دیتا ہوں۔''

ڈاکٹر محمد شریف چودھری

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر سے مراد ہے افطار یا فطر کا صدقہ یعنی روزہ کھولنے کا صدقہ۔ صدقۂ فطر، اس کا نام اس لیے ہے کہ یہ رمضان کے روزے پورے ہونے یعنی افطار ہونے پر اللہ کے شکرانے کے طور پر دیا جاتا ہے۔ اسے روزہ کھولنے کا صدقہ یا زکوٰۃ فطر بھی کہا جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں نہ صرف اس کا ذکر ہے بلکہ اس کے اصول وضوابط بھی بتائے گئے ہیں۔ اس کا حکم رمضان 2ھ میں جب روزے فرض ہوئے عید سے دو روز قبل دیا گیا اور نبی کریمؐ نے اسے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازمی قرار دیا۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع صدقۂ فطر ہر غلام اور آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض قرار دیا ہے (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی)۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبیؐ نے صدقۂ فطر فرض فرمایا تاکہ روزہ دار فضول اور نازیبا قسم کی باتوں سے پاک ہو جائے اور مسکینوں کو کھانا میسر آجائے۔ جس نے اُسے عید کی نماز سے پہلے ادا کیا تو وہ ایک قبول ہونے والا (فطر کا) صدق ہے، اور جس نے اُسے نماز کے بعد ادا کیا وہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے (ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے صدقۂ فطر فرض قرار دیا اور فرمایا: اس روز ان (فقراء ومساکین) کو غنی کردو (بیہقی)

صدقۂ فطر کا مقصد یا اس کی حکمت نبی کریمؐ کی احادیث میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ روزے دار سے روزے کے معاملے میں جو چھوٹی موٹی غلطیاں یا کوتاہیاں ہوگئی ہوں اُن سے وہ پاک ہو جائے، اور مسکینوں کو کھانا میسر آسکے اور اُنہیں کچھ مال یا اشیاء مل جائیں تاکہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

صدقۂ فطر کے بارے میں بھی حسب معمول مسلمان فقہاء میں بہت اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ فرض اور واجب ہے، بعض اسے سنت سمجھتے ہیں اور بعض اس کا حکم زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد منسوخ سمجھتے ہیں۔ تاہم جمہور کے نزدیک اس کی ادائیگی لازمی اور نہایت

ضروری ہے۔

صدقۂ فطر کے قواعد وضوابط

1- **کس پر فرض یا واجب ہے:** جمہور کے نزدیک صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، عاقل ہو یا مجنوں۔ نابالغ، مجنوں، غلام اور نوکر کا صدقہ ان کا ولی یا آقا ادا کرے گا۔ یہ حکم عام ہے اور اس میں مالدار ہونے کی شرط نہیں۔ تاہم بعض فقہاء کی رائے میں صدقۂ فطر صرف ایسے لوگوں پر واجب ہے جو زکوٰۃ دینے کے اہل ہیں یعنی اہل نصاب ہیں۔ بعض کے نزدیک چونکہ یہ بدنی صدقہ ہے مالی صدقہ نہیں، اس لیے اسے قرض لے کر بھی ادا کرنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صدقۂ فطر صرف روزہ رکھنے والے مسلمان ہی پر نہیں بلکہ روزہ نہ رکھنے والے مسلمان پر بھی فرض ہے۔

2- **کتنا دیا جائے:** حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے نبیؐ نے کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع صدقۂ فطر ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض کیا ہے (بخاری، مسلم، ابوداؤد)۔ صحابہ کرامؓ کشمش اور پنیر کا بھی ایک صاع صدقۂ فطر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں گندم کی فراوانی ہوئی تو لوگ گندم میں بھی صدقہ ادا کرنے لگے۔ امیر معاویہ اپنے دور میں مدینہ آئے اور اس رائے کا اظہار کیا کہ شام کی گندم کا آدھا صاع کھجور کے ایک صاع کے برابر ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس رائے کو اختیار کیا اور بعض نے نہیں۔ اما ابوحنیفہؒ کے علاوہ باقی تینوں اماموں کی رائے ہے کہ گندم کا صدقۂ فطر بھی ایک صاع ہی ہے۔

صاع کے وزن کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض اسے ساڑھے چار کلو کے برابر، بعض اسے ساڑھے تین کلو کے برابر، بعض اسے ڈھائی کلو کے برابر اور بعض اسے 2 کلو 6 چھٹانک کے برابر سمجھتے ہیں۔ عام طور پر اسے ساڑھے تین کلو کے برابر لیا جاتا ہے۔

صدقہ جنس یا اس کی قیمت میں ادا کیا جا سکتا ہے اور خاندان کے تمام افراد کی طرف سے سربراہ ادا کرتا ہے۔

3- **کس جنس میں دیا جائے:** حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ کے زمانہ میں ہم کھانے (گندم) یا کھجور یا جو یا کشمش یا پنیر کا ایک صاع (فی کس) بطور صدقہ دیا کرتے تھے۔ پس صدقۂ فطر گندم، جو، آٹا، ستو، کھجور، کشمش، پنیر وغیرہ میں ادا کیا جا سکتا ہے یا ان چیزوں کی بازاری قیمت میں۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں سے اس چیز کا صدقہ افضل ہے جو سب سے قیمتی ہو۔ نیز صدقۂ فطر میں قیمت بھی دی جا سکتی ہے، بلکہ قیمت دینا افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ہر اس چیز کا صدقۂ فطر دیا جا سکتا ہے جس پر عشر لگتا ہو۔ گندم کا صدقۂ فطر دینا افضل ہے، مگر قیمت دینا جائز نہیں۔ امام مالک کے نزدیک ہر اس چیز کا صدقۂ فطر دینا جائز ہے جو لوگوں کی عام خوراک ہو، البتہ کھجور کا دینا افضل ہے۔ امام احمد کے نزدیک ہر پھل یا غلہ جو غذا کے کام آتا ہو صدقۂ فطر میں دیا جا سکتا ہے، البتہ کھجور کا دینا افضل ہے۔ اُن کے نزدیک قیمت کا دینا جائز نہیں۔

ہمارے نزدیک صدقۂ فطر ایک عام یا متوسط مسلمان گندم یا جو میں یا اس کی قیمت میں ادا کر سکتا ہے، تاہم امیر آدمی کو کشمش یا پنیر یا عمدہ اجوا کھجور کی مقدار میں یا اُس کی قیمت کے برابر ادا کرنا چاہیے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اپنے مسلک کے لوگوں کے لیے عام طور پر صدقۂ فطر کی مقدار اور قیمت فی کس مقرر کر دیتے ہیں۔

4- **کب دیا جائے:** بعض کے نزدیک یکم شوال کو صبح کی نماز کے بعد اور عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے اسے ادا کیا جائے، بعض کے نزدیک آخری روزہ افطار کرنے کے بعد سے لے کر نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ بعض اسے پیشگی ادا کرنے کے بھی قائل ہیں اور بعض ایک دو روز عید سے پہلے ادا کر دیتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ’’......جس نے اُسے عید کی نماز سے پہلے ادا کیا تو وہ ایک قبول ہونے والا صدقہ ہے، اور جس نے اُسے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔‘‘ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

5- **کس کو دیا جائے:** صدقۂ فطر چونکہ غریب لوگ بھی دیتے ہیں، اس لیے اسے لینے والے غریبوں کے غریب یعنی Poorest of the Poor ہوتے ہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے، صدقۂ فطر لینے والے اُن سے بھی غریب ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں کو نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم مستحق مسلمان ملازموں، ہمسایوں اور رشتہ داروں کو دینا افضل ہے۔ لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک صدقۂ فطر کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں یعنی زکوٰۃ کے مستحقین ہی صدقۂ فطر کے مستحق ہیں۔

6- **کیسے دیا جائے:** آخری روزے کی افطاری کے بعد بلکہ عید الفطر کے دن صبح کی نماز کے بعد آپ اپنے گھر کے افراد شمار کریں اور جو آپ کے فل ٹائم نوکر ہیں اُن کی بھی گنتی کریں۔ صبح کی نماز

تک اگر آپ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کو بھی شمار کیا جائے گا۔ اگر اُس وقت گھر میں کوئی مہمان رہنے کے لیے آئے ہوئے ہیں تو انہیں بھی شمار کیا جائے گا۔ پس کل افراد پر جس جنس میں آپ صدقہ دینا چاہتے ہیں اُس جنس کی مقدار کا حساب لگائیں۔ مقدار کو ضرب دیں اُس جنس کی فی کلو قیمت سے اور یوں صدقے کی رقم نکالیں اور ادا کریں۔

مثال نمبر 1: نور دین ایک متوسط کلاس کا آدمی ہے۔ اس کے 4 بچے اور ایک بیوی ہے۔ ان بچوں میں ایک بچہ ایسا ہے جو عید کے دن فجر کی نماز سے ایک گھنٹہ پہلے پیدا ہوا ہے۔ پس اس بچے کو بھی شامل کیا جائے گا اور خاندان کے صدقۂ فطر کا یوں حساب کیا جائے گا۔

خود+4 بچے+ بیوی =کل افراد 6۔ صدقہ گندم میں 6X3½=21 کلو۔ قیمت 50 روپے کلو کے حساب سے 1050 روپے۔ پس اس کا صدقہ بنا مبلغ 1050 روپے۔

مثال نمبر 2: نصیر احمد ایک امیر صنعت کار ہے۔ اس کے چار بیٹے، تین بیٹیاں اور دو بیویاں ہیں۔ یعنی اسے ملا کر خاندان کے کل 10 افراد ہیں۔ اس کے سرونٹ کوارٹر میں اس کے دو ڈرائیور، ایک چوکیدار، ایک کھانا پکانے والا باورچی اور ایک گھر کی صفائی کرنے والی خاتون سمیت پانچ نوکر رہتے ہیں۔ اس کے ہاں اس کی ایک بہن اپنے خاوند اور تین بچوں کے ساتھ عید منانے آئی ہوئی ہے۔

اس کا صدقۂ فطر یوں Calculate کیا جائے گا۔

10 خاندان کے افراد+5 نوکر+5 مہمان =کل افراد 20

صدقہ اجوا کھجوروں میں 20X3½=70 کلو

قیمت 2000 روپے فی کلو کے حساب سے: 70 X 2000 =1,40,000 روپے

پس واجب الادا صدقۂ فطر مبلغ ایک لاکھ چالیس ہزار روپے

نوٹ:......گھر کے افراد اگر اپنا الگ الگ صدقۂ فطر دینا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر مہمان اپنا صدقۂ فطر خود دینا چاہتے ہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی نوکر اپنا صدقۂ فطر خود دینا چاہتا ہے تو اُسے اجازت ہے۔ پس ضروری نہیں کہ صدقۂ فطر اجتماعی طور پر ادا کیا جائے اور گھر کا سربراہ ہی ادا کرے۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر عبداللہ محسن

مدینہ منورہ سے تبوک تک

☆جنت البقیع کی زیارت

روضہ رسولؐ سے باہر نکلیں تو سامنے ہی گیٹ نمبر 1 کے پاس جنت البقیع آ جاتا ہے۔اس میں تمام امہات المومنین (سوائے حضرت خدیجہؓ کے جن کی قبر مکہ میں ہے) حضرت عثمان بن عفانؓ،حضرت فاطمہؓ،آپؐ کی دیگر صاحبزدیاں (ام کلثوم، رقیہ، زینب) اور امام حسنؓ سمیت دیگر اہل بیت اور بے شمار صحابہ کرامؓ مدفون ہیں۔خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ کی تدفین پہلے جنت البقیع کے باہر حوش کوکب باغ میں ہوئی تھی لیکن بعدازاں شہر کا وہ حصہ بھی قبرستان میں شامل کرلیا گیا۔اس میں کل دس ہزار قبریں موجود ہیں۔سعودی عہد میں قبروں کے تمام نشانات مٹادئے گئے۔

2000 عیسوی میں مجھے پہلی دفعہ جنت البقیع کی زیارت کا موقع ملا تو اس وقت وہاں کاغذوں پر پرنٹڈ نقشے ملتے تھے جس سے اہم قبروں کی نشاندہی ہوتی تھی لیکن یہ سلسلہ اب بند ہوگیا ہے۔زائرین کے چلنے کے لیے پختہ راستے بنائے گئے ہیں۔روزانہ سورج نکلنے کے بعد قبرستان کو زائرین کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور صبح دس بجے بند کردیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہ جگہ بقیع الغرقد کے نام سے مشہور تھی جس کا مطلب ہے جھاڑ جھنکار والی جگہ۔ایک روز آپؐ اس جگہ تشریف لائے اور فرمایا:''مجھے اس جگہ کا حکم (قبرستان کے لیے) دیا گیا ہے۔(مستدرک امام حاکم 11 / 193)۔آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ''بقیع سے ستر ہزار لوگ محشور ہوں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح منور ہوں گے۔''اس قبرستان میں سب سے پہلے حضرت اسعدؓ بن ضرار انصاری اور مہاجرین میں سے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی تدفین ہوئی۔

حضرت عمرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے جس کو ہو سکے وہ مدینہ میں مرنے کی کوشش کرے،اس لیے کہ جس کی مدینہ میں وفات ہوگی میں اس کی شفاعت کروں گا۔''(ترمذی باب فضائل مدینہ،مسند احمد)۔جب میں سنگاپور میں کام کررہا تھا تو ایک چینی سرجن نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ مسلمان مکہ اور مدینہ جا کر مرنا پسند کرتے ہیں تو میں نے

اسے جواب دیا کہ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ بالعموم جمعرات کے روز جنت البقیع جاتے تھے۔ جمعہ کو زیارت کرنا بھی مستحب ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے آخری پہر میں جنت البقیع میں جاتے تھے اور فرماتے: "السلام علیکم یا اھل الدیار من المومنین و المسلمین" (سلامتی ہو مومنین اور مسلمانوں پر) اور اے اللہ بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما۔

(صحیح المسلم)

جنت البقیع کے باہر اور اندر بڑے بورڈوں پر قبرستان کی زیارت کا صحیح طریقہ اور احادیث درج ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ دعا مانگتے وقت صرف تین چیزوں کا وسیلہ دیا جاسکتا ہے۔

۱: اللہ تعالی کے اسماء الحسنٰی ۔۔۔۔ * میں نے امام کعبہ اور مسجد نبوی کے امام کو جمعہ کے خطبہ اور تراویح کے وتر کے دوران ہمیشہ اسماء الحسنی کا واسطہ دے کر دعا کرتے دیکھا ہے۔

۲: اپنے نیک کاموں کا واسطہ دے کر دعا کریں۔

۳: کسی زندہ نیک انسان سے دعا کروائیں۔۔۔۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لوگ آ کر آپ سے دعا کرواتے تھے۔

اس کے علاوہ اللہ سے اس بات کی دعا کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے قیامت کے روز رسول اللہ e کی شفاعت عطا فرمائے...... کسی مردہ انسان کی وساطت سے دعا مانگنے کی اجازت نہیں ہے۔

☆مسجد نبویؐ کی عظیم الشان تاریخی لائبریری

چند سال قبل مسجد نبوی میں نماز پڑھ کر نکل رہا تھا تو گیٹ نمبر 10 کے پاس لائبریری کا چھوٹا سا بورڈ لگا ہوا دیکھا۔ میں نے سوچا کہ ایک کمرے میں چند عربی کتابیں رکھی ہونگی لیکن دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ سیڑھیوں سے اوپر گیا تو پہلی منزل پر استقبالیہ لکھا نظر آیا۔ اس سے آگے قدم بڑھائے تو ایک بڑا ہال دیکھ کر حیران رہ گیا جس میں سینکڑوں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ درجنوں طالب علم خاموشی سے وہاں ریسرچ کر رہے تھے۔ اس تاریخی لائبریری کا مدینہ جانے والے زائرین کو علم ہی نہیں ہوتا۔

یہ عظیم الشان لائبریری 90 برس قبل 1352 ہجری میں شاہ عبدالعزیز کی نگرانی میں مسجد نبوی کے باب عمرؓ بن خطاب کی پہلی منزل (فرسٹ فلور) پر قائم کی گئی۔ مختلف ادوار میں اس کی توسیع کی جاتی رہی ہے۔ اس پر جانے کے لیے برقی سیڑھی بھی لگائی گئی ہے۔ پانچ لاکھ افراد سالانہ یہاں آتے ہیں۔ اس لائبریری میں 20 سے زائد زبانوں میں ایک لاکھ 75 ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں۔

500 الماریوں میں 70 عنوانات کے تحت یہ کتابیں رکھی گئی ہیں۔ بڑوں اور بچوں کی دلچسپی کی کتابیں موجود ہیں۔ 600 قرآن پاک کے نسخے بھی موجود ہیں جن میں قلمی نسخے کئی سو سال پرانے ہیں۔ 1500 رسائل اور میگزین اور ڈھائی لاکھ سے زائد ڈیجیٹل مخطوطات بھی موجود ہیں۔ پی ایچ ڈی کے طالب علم تحقیق کرتے نظر آتے ہیں۔ یہاں پر زمزم مہیا کیا جاتا ہے اور آرام کرنے کی جگہ بھی بنائی گئی ہے تاکہ زیادہ دیر تک رہنے والے سکون سے کام کر سکیں۔ ایک خاص بات یہ کہ لائبریری سال میں 365 دن 24 گھنٹے کھلی رہتی۔ تعلیم حاصل کرنے والوں پر کبھی اپنے دروازے بند نہیں کرتی۔

بچوں کے لیے بنائے گئے سیکشن میں سیرت نبویؐ، کہانیوں اور دیگر لٹریچر کی 130 موضوعات کی کتابیں موجود ہیں۔ مخطوطات سیکشن باب عثمانؓ بن عفان میں پہلی منزل پر قائم ہے۔ اس میں قرآن پاک کے نسخے، کتب، ڈیجیٹل تصاویر، کمپیوٹر اور جدید آلات موجود ہیں۔ کئی زبانوں میں مفت سی ڈیز ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کی جاتی ہیں اور کتابوں کو ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

لائبریری کی کتابوں کی سالانہ بنیاد پر چھانٹی کی جاتی ہے۔ نئی کتابوں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ ہر سال دس ہزار سے زائد پرانی کتابوں کی دوبارہ جلد بندی کی جاتی ہے۔ نئے کمپیوٹر لگائے جاتے ہیں۔ اور اس جگہ کو بھاری اخراجات کر کے بہترین حالت میں رکھا جاتا ہے۔ مدینہ جانے والے زائرین کو اس لائبریری کا دورہ ضرور کرنا چاہیئے۔

☆ پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے حوالے سے مدینہ میں بین الاقوامی نمائش اور عجائب گھر کا افتتاح: پیغمبر اسلامؐ کی زندگی اور اسلامی تہذیب کے حوالے سے بین الاقوامی نمائش اور عجائب گھر کا افتتاح 2020ء میں کر دیا گیا ہے۔ یہ عجائب گھر مدینے میں واقع ہے۔ مدینے کے گورنر فیصل بن سلمان نے کہا کہ اس سے بین الاقوامی سیاحوں کی مملکت میں دلچسپی بڑھے گی۔

بین الاقوامی نمائش برائے اسلامی تہذیب اور پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے حوالے سے عجائب گھر مسلم ورلڈ لیگ کے زیر سایہ شروع کیا گیا تھا۔ منصوبے کے مطابق طے کیا گیا تھا کہ دنیا بھر میں اسلامی عجائب گھر قائم کیے جائیں گے۔ مدینے میں پیغمبر اسلام کی مسجد کے ساتھ واقع یہ عجائب گھر 24 گھنٹے کھلا رہے گا اور اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلام کی زندگی سے متعلق ہے۔ اس حوالے سے پرنس فیصل کا کہنا ہے کہ نمائش میں شامل اشیاء ایک ایسی تاریخی میراث کو پیش کرتی ہیں جس سے اسلام کی رواداری اور اعتدال کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ مسلم ورلڈ لیگ کی جانب سے ایک بیان میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ 'اس کا مقصد محبت، نیکی، انسانیت، اعتدال پسندی، رواداری اور بقائے باہمی

کے جذبات پیدا کرنا ہے اور ساتھ ہی اسلام کے پیغام کو عام کرنا ہے۔ یہاں بیک وقت سات زبانوں میں معلومات دی گئی ہیں جن میں عربی، انگریزی، ہسپانوی، فرانسیسی، اردو، ترکش اور انڈونیشین زبانیں شامل ہیں۔ یہاں 4 ڈی ایکس تھیٹر بھی قائم کیا گیا ہے جس کے ذریعے پیغمبر اسلام کی زندگی کے حوالے سے ویڈیوز دکھائی جاتی ہیں۔

نمائش کے 25 پویلینز میں سے ایک ان خواتین کے لیے وقف ہے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دنوں میں اہم کردار ادا کیا اور سچ اور نیکی کا پیغام پھیلایا۔ اسی طرح ایک پویلین پیغمبر اسلام کی زندگی میں بچوں کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے، جو ایسی کہانیوں کو یاد دلاتا ہے کہ کیسے انہوں نے بچوں کے ساتھ وقت گزارا اور ان کی نشو ونما کے حوالے سے ان کی تعلیمات کیا ہیں۔ ایک پویلین اللہ کے 99 ناموں کے لیے مخصوص ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہر نام کے معنی کیا ہیں۔ اسی طرح ایک پویلین دوسرے پیغمبران کے لیے وقف ہے جس میں ان کی زندگی کے حوالے سے معلومات دی گئی ہیں۔ نمائش میں آپ پیغمبر اسلام کی زندگی کے اہم واقعات کے بارے میں جان سکیں گے۔ اس کے لیے استعمال ہونے والی ٹیکنالوجی دیکھنے والوں کو 14 سو سال پیچھے کے مکے اور مدینے میں لے جاتی ہے۔

☆مسجد نبویؐ میں آبِ زمزم کی فراہمی

حج اور عمرہ کرنے والوں کے لیے ایک بہت بڑی نعمت آبِ زمزم کی صورت میں موجود ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اس کے بے شمار فضائل اور برکتیں ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ مکہ سے اتنی بڑی مقدار میں کیسے لایا جاتا ہے کہ مدینہ میں لاکھوں زائرین کو صبح شام مل جاتا ہے۔

خانہ کعبہ سے مسجد نبوی کا فاصلہ 425 کلومیٹر ہے۔ ہزاروں لیٹر زمزم روزانہ مدینہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس کی قلت نہیں پیدا ہونے دی جاتی۔ حج اور رمضان کے دنوں میں کئی گنا زیادہ مقدار میں فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کی فراہمی کی ذمہ داری مسجد نبوی کی گرینڈ اتھارٹی پر ہے۔ روزانہ 30 ٹینکروں کے ذریعے 150 ٹن زمزم مدینہ پہنچایا جاتا ہے۔ رمضان اور حج میں 300 ٹن سے زیادہ آبِ زمزم مدینہ آتا ہے۔ یہ ٹینکر خاص سٹیل سے تیار کیے گئے ہیں تاکہ زمزم میں کوئی ذرات شامل نہ ہو جائیں۔ مدینہ پہنچنے پر زمزم کو لیبارٹری میں چیک کیا جاتا ہے۔ زمزم خالی کرنے اور بھرنے کی جگہ پر خاص انتظامات کیے گئے ہیں۔ چیکنگ کے بعد اس کو فائبر کے بڑے ٹینکوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ کل سات بڑے ٹینک ہیں جن سے پانی سٹین لیس سٹیل کے پائپوں سے آگے جاتا ہے۔ اس

کو ٹھنڈا کرنے کے لیے مشینیں لگائی گئی ہیں۔ زائرین کے لیے اس کو کولروں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ کورونا کے دنوں میں زمزم چھوٹی بوتلوں میں دیا جا رہا ہے۔ ان کے لیے نیا پلانٹ لگایا گیا ہے۔

☆ کورونا کی وبا میں مسجد نبویؐ کے احوال

2020ء کے آغاز سے کورونا کی وبا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک سال کے دوران 25 لاکھ لوگ لقمۂ اجل اور دس کروڑ سے زیادہ لوگ اس وبا کا نشانہ بنے۔ ان حالات میں چند ماہ کے لیے مسجد نبویؐ کو مکمل بند کرنا پڑا۔ صرف مسجد کی خدمت کرنے والے افراد نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

2020ء کے دوران تین مرتبہ مجھے اس میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب مسجد کو مکمل بند کرنے کے بعد دوبارہ کھولا گیا تو میں تبوک سے گاڑی پر مدینہ گیا اور وہاں نماز ادا کی۔ ماسک کی سخت پابندی تھی۔ نمازی ایک میٹر کے فاصلے پر نشان والی جگہ پر بیٹھے تھے۔ راستوں پر مسلسل خوشبودار جراثیم کش سپرے کیا جا رہا تھا۔ اذان اور نماز کے دوران مختصر وقفہ تھا۔ نماز بھی قدرے مختصر پڑھائی گئی۔ پانی کی بوتل ہر نمازی کی جگہ پر پہلے سے موجود تھی۔ جمعہ کے دن زمزم بوتلوں میں دیا جاتا ہے۔ اس کی بوتل سبز رنگ کی ہوتی ہے اور اس پر زمزم لکھا ہوتا ہے۔ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری اور ریاض الجنۃ میں داخلہ بند تھا۔

دوسری مرتبہ اکتوبر 2020ء میں اپنی فیملی کے ساتھ جدہ سے ہوتا مدینہ گیا۔ ارادہ تھا کہ جمعہ وہاں ادا کروں گا۔ مدینہ میں صرف چند ہوٹل کھلے تھے۔ روضہ رسولؐ اس وقت بھی نہیں کھلا تھا۔ بعد ازاں ربیع الاول کے وسط میں اس کو کھول دیا گیا لیکن داخلے کے لیے آن لائن رجسٹریشن کروانی پڑتی ہے اور اب محدود تعداد میں زائرین کو جانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔

ہمیں بتایا گیا کہ جمعہ کو مسجد میں داخلہ گیارہ بجے کے بعد بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں فیملی کے ہمراہ صبح دس بجے ہوٹل سے وہاں پہنچا۔ بیرونی گیٹ پر گارڈ نے روک دیا اور کہا کہ مسجد میں مردوں کے لیے جگہ ختم ہو چکی ہے۔ البتہ میری اہلیہ اور صاحبزادی کو جانے دیا کہ خواتین کی سائڈ پر جگہ موجود تھی۔ اب کیا کریں۔۔۔۔۔۔ ایک اور گیٹ کی طرف گیا لیکن گارڈ نے دور ہی سے منع کر دیا۔ قریب موجود مسجد ابوبکرؓ کی طرف گیا لیکن وہاں جمعہ نہیں ہوتا۔ قریبی سڑکوں پر بھی نماز کی اجازت نہ تھی۔ کافی کوشش کے باوجود مجھے جمعہ نہیں مل سکا اور ہوٹل میں ہی ظہر ادا کی۔ 2021ء میں کورونا کی نئی لہر آ چکی

ہے۔دیکھیں اب یہاں کے کیا حالات ہوتے ہیں۔

☆محراب نبویؐ کی زیارت

مسجد نبویؐ کے قابل دید مقامات میں 'المحراب النبوی' ہے۔محراب نبوی روضہ شریف میں منبر نبوی کے بائیں جانب واقع ہے۔اس سے قبلے کی نشاندہی ہوتی ہے۔امام مسجد نبوی یہاں کھڑے ہوکر فرض نمازوں کی امامت کرتے ہیں۔سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ میں آتا ہے کہ پیغمبر اسلام مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد 17 ماہ تک بیت المقدس کا رخ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے تھے۔ احادیث کی معتبر ترین کتابوں بخاری اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ ''پیغمبر اسلام جب مدینہ آئے تھے تو وہ 16 یا 17 ماہ تک بیت المقدس کا رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے تھے۔''اس وقت امام کے کھڑے ہونے کی جگہ مسجد کے آخر میں باب عثمان کے بالمقابل شمال کی جانب تھی۔سولہ یا سترہ ماہ بعد قبلہ تبدیل ہوا تو پھر پیغمبر اسلام نے اللہ کے حکم پر بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کا رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دیا تھا۔اس موقع پر امام کی جائے نماز مسجد نبوی کے شمالی حصے سے جنوبی حصے میں منتقل کر دی گئی تھی۔پیغمبر اسلام نے چند روز تک عائشہ صدیقہ کے نام سے منسوب ستون کے پاس نماز کی امامت کرائی تھی۔اس کے بعد 'المخلقۃ' ستون کے قریب امامت کی اور اپنی وفات تک اسی جگہ کھڑے ہوکر نمازیوں کی امامت کرتے رہے۔اس کے اور منبر شریف کے درمیان 14 ہاتھ اور ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔اس جگہ اور روضہ رسول کی دیوار کے درمیان 38 ہاتھ کا فاصلہ ہے۔اس کے اور قبلے کی دیوار کے درمیان راہداری واقع ہے۔

اسے محراب نبوی کہا جاتا ہے اور یہ نام اس لیے رکھا گیا کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پیغمبر اسلام نماز ادا کیا کرتے تھے۔عہد رسالت میں محراب نبوی تعمیر نہیں کی گئی تھی۔پیغمبر اسلام وہاں کھڑے ہوکر امامت کرتے تھے اور وفات تک آپ کا یہی معمول رہا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے الولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کی گورنری کے زمانے میں محراب نبوی تیار کرائی۔ مسلم خلفاء نے مسجد نبوی کے تاریخی اور عہد رسالت کے تمام قابل دید مقامات کی حفاظت کی۔(جاری ہے)

☆......☆......☆

نومسلم امریکی مبلغ

میلکم ایکس کی آپ بیتی سے منتخب اقتباسات

میلکم ایکس ایک سیاہ فام نومسلم امریکی تھا اور اس کا باپ ارل لٹل ایک پادری تھا۔ ارل لٹل گوروں کی نسل پرستی، تعصب اور ظلم کے خلاف سیاہ فاموں کو بیدار کرنے والا ایک مبلغ بھی تھا۔ وہ گوروں کے ہاتھوں انتہائی وحشیانہ طریقے سے قتل ہوا۔ اس کے چار بھائی بھی گوروں نے تشدد سے مار دیئے تھے۔ میلکم ایکس بھی شہید کر دیئے گئے۔ ان کا مسلم نام ملک الشہباز تھا اور وہ امریکہ میں اسلام کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ ان کی آپ بیتی سے چند منتخب اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

سفید فاموں کی پریشان کن پیش کش

ان دنوں ایک بات ایسی پیش آئی جس نے مجھے بہت حیران و پریشان کر دیا۔ میسن کے ''ڈی ٹینشن ہوم'' کے بہت سے سفید فام لڑکے جن سے میری زیادہ بے تکلفی تھی، بعض اوقات مجھے تخلیہ میں لے جاتے اور سفید فام لڑکیوں سے جنسی تعلقات قائم کرنے کی ترغیب دیتے اور اس سلسلہ میں بعض اوقات اپنی بہنوں تک کی پیش کش کر دیتے۔ وہ اپنی بہنوں کے ساتھ بھی جنسی اختلاط کی باتیں کیا کرتے تھے۔

کوچہ خنزیراں اور کوچہ بکریاں کے سیاہ فام

واشنگٹن میں یہ دیکھ کر میں بے حد حیران ہوا کہ کیپیٹل ہل سے کچھ بلاک پرے ہزارہا سیاہ فام انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی گلیوں کے نام کوچہ خنزیراں اور کوچہ بکریاں وغیرہ تھے۔ میں نے اس سے پہلے غریبوں کی بہت آبادیاں دیکھی تھی مگر اس سے برے حالات کہیں اور نہ دیکھے تھے۔ طوائفیں، منشیات فروش، جیب کترے اور لٹیرے جس تعداد میں یہاں موجود تھے وہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھے۔ نیم برہنہ کم عمر لڑکے آدھی رات کو بھی سڑکوں پر بھیک مانگتے نظر آتے۔ بہت سے سیاہ فام جو ہارورڈ یونیورسٹی کے سند یافتہ تھے مزدوری، دربانی، باربرداری اور ٹیکسی ڈرائیور وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ اچھے ہوٹلوں میں کالوں کو داخلے تک کی اجازت نہ تھی۔ تقریباً ہوٹل واحد اچھا

ہوٹل تھا جہاں کالے ٹھہر سکتے تھے۔ جب فیڈل کاسترو نے اپنے دورے کے دوران میں یہاں قیام کیا تو امریکی حکومت بری طرح ہل کر رہ گئی اور کالوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

جواء اور مجذوب دیوانے

نیویارک میں لوگ عجیب وغریب نمبروں پر جوا کھیلتے۔ کسی گزرتی ہوئی کار کے نمبر پر، کسی خط، تار یا دھوبی کی رسید کے نمبر پر۔ سادھو، مجذوب اور دیوانے نذرانہ لے کر جوئے میں کامیابی کی دعا بھی کرتے تھے۔ ایک بار پوسٹ آفس کے نئے زپ کوڈ کے آخری تین ہندسوں پر ایک جواری کو بہت بڑی کامیابی ملی جس سے ایک بینکر کا بھٹہ ہی بیٹھ گیا۔

ہارلم کی طوائفیں اور شریف عورتیں

ہارلم میں ہر فرد زندہ رہنے اور زندگی کی جنگ لڑتے رہنے کے لیے کسی نہ کسی نشے کے استعمال پر مجبور تھا۔ یہاں پیشہ ور طوائفوں نے مجھے وہ باتیں سکھائیں جن کا ہر بیوی اور شوہر کو ضرور علم ہونا چاہیے۔ بعد کی زندگی میں طوائفوں سے زیادہ ''شریف عورتوں'' نے مجھے گمراہ کیا۔ طوائفوں میں بہر حال ایک ضابطۂ اخلاق ہوتا ہے لیکن بہت سی پارسا عورتیں ان طوائفوں سے بدتر نکلیں۔ جتنے مرد یہ طوائفیں پیسے لے کر بھگتاتیں، اس سے کئی گنا زیادہ یہ شریف عورتیں بغیر پیسوں کے بھگتا لیتیں۔ ان عورتوں کے شوہر سمندر پار جنگ لڑ رہے تھے اور یہ نہ صرف دوسرے مردوں سے اپنے بستر گرم کر رہی تھیں بلکہ شوہروں کی خون پسینے کی کمائی بھی ان پر لٹا رہی تھیں۔ بہت سی عورتیں جو بظاہر مائیں تھیں، اپنے شوہروں اور بچوں کے ہوتے ہوئے بھی غلط کاموں میں مصروف تھیں۔

بیویوں کے لیے طوائفوں کی رہنما باتیں

رات کے وقت گورے اور کالے گاہکوں کی بھیڑ معمول کا حصہ تھی لیکن جس بھیڑ سے مجھے حیرانی ہوئی وہ صبح چھ بجے سے ساڑھے سات بجے تک گاہکوں کا ہلہ تھا۔ یہ تمام وہ شوہر ہوتے جو دفتر جانے سے قبل یہاں آتے تھے۔ یہ ان بیویوں سے تنگ آئے ہوئے شوہر تھے جو حاکمانہ مزاج رکھتی تھیں، نت نئے تقاضوں اور شکایتوں سے اپنے شوہروں کو نفسیاتی طور پر نامرد بنا دیتی تھیں اور انہیں مجبوراً طوائفوں کے پاس پناہ لینا پڑتی تھی۔ طوائفوں نے مجھے بتایا کہ جوانی کے بیس سال گزرنے کے بعد مرد عام طور پر صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے عورت کی قربت چاہتا ہے۔ چونکہ بہت ساری عورتیں یہ بات نہیں سمجھتیں جس سے مردوں کی انا مجروح ہوتی ہے۔ مرد میں مردانگی چاہے کتنی بھی کم ہو،

طوائف اسے یقین دلاتی ہے کہ وہ دنیا کا بہترین مرد ہے۔ اگر بیویاں یہ بات سمجھ لیں کہ مرد کو مرد کہلوانا سب سے زیادہ پسند ہے تو بہت گھر خراب ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ یہ بات بھی مجھے ایک طوائف نے بتائی کہ عورت کتنی بھی سخت ہو وہ اندر سے ہمیشہ نازک اور کمزور ہوتی ہے۔

مجرم، قانون اور سیاستدان

میرے باس کی بیوی کا مزاج اگر اچھا ہوتا تو وہ مجھ سے بڑے مزے کی باتیں کرتی۔ اعلیٰ افسران سے لین دین، رشوت خور پولیس والوں کو رشوت اور وکیلوں کے ذریعے پولیس اور سیاستدانوں سے تعلقات غرض وہ مجھے بہت کچھ بتاتی۔ وہ ذاتی تجربے سے جانتی تھے کہ جرم صرف اس حد تک موجود رہتا ہے جس حد تک قانون اس سے تعاون کرتا ہے۔ اسی نے مجھے سمجھایا کہ ملک کے تمام تر سماجی، سیاسی اور معاشی ڈھانچے میں مجرم، قانون اور سیاستدان ناقابل تقسیم ہیں۔

چینیوں اور کتوں کا داخلہ ممنوع

میں نے کتابوں میں پڑھا کہ سفید فاموں نے چینیوں کو لوٹا، سفید عیسائی تاجروں نے لاکھوں پونڈ افیون چین بھیجی۔ 1839ء میں اتنے زیادہ چینی منشیات میں مبتلا ہو چکے تھے کہ چینی حکومت نے مجبور ہو کر افیون کی 20 ہزار پیٹیاں ضائع کیں۔ سفید فاموں نے جنگ افیون کا اعلان کر دیا۔ معاہدہ نین کنگ کی رو سے سفید فام برطانیہ نے چین کو مجبور کیا کہ وہ ضائع کردہ افیون کی قیمت ادا کرے۔ دوسری جنگ افیون کے بعد ''ٹائی اینٹسن'' معاہدے کے تحت افیون کی تجارت کو قانونی حیثیت دے دی گئی۔ جب چین نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تو پیکنگ کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔ چینیوں کو پیکنگ کے منتخب علاقوں سے نکال دیا گیا اور باقاعدہ بورڈ (کتبے) لگا دیے جن پر تحریر تھا: ''چینیوں اور کتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔''

اور کتاب غائب کر دی گئی

جیل میں ایک بحث کا عنوان تھا کہ ''فوجی تربیت لازمی ہونی چاہیے یا نہیں؟'' میرے مخالف نے دلیل کے طور پر کہا کہ ایتھوپیا کے لوگ اطالوی جہازوں پر گولیوں کے جواب میں پتھر پھینکتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لازمی فوجی تربیت ضروری ہے۔ میں نے کہا کہ ایتھوپیا کے لوگوں کے سیاہ جسموں کے پرخچے ان بموں سے اڑتے ہیں جن کو روم کے پوپ کی اشیر باد حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باجود ایتھوپیائی اپنے برہنہ جسموں کے ساتھ جہازوں سے ٹکرا جاتے ہیں کیونکہ وہ جان گئے ہیں

کہ وہ مجسم شیطان سے برسر پیکار ہیں۔ سب نے فاؤل کا نعرہ لگایا کہ میں موضوع کو نسلی رنگ دے رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ نسلی نہیں تاریخی واقعہ ہے، جن کو شک ہے وہ پیٹروان پاسن کی کتاب "Days of our years" پڑھ لیں۔ میری توقع کے عین مطابق بحث کے فوراً بعد یہ کتاب جیل کی لائبریری سے غائب کر دی گئی۔

اصلاح کے لیے ایک نادر تجویز

ایلیا محمد نے ایک روز تبلیغ و اصلاح کے بارے میں مجھے بتایا کہ ''اگر کسی شخص کے پاس گندے پانی کا گلاس دیکھو تو اسے ملامت نہ کرو، صرف اسے اپنا صاف پانی والا گلاس دکھا دو، جب وہ اس کا جائزہ لے گا تو تمہیں یہ کہنا نہیں پڑے گا کہ تمہارا گلاس بہتر ہے۔''

اصلاح کار کا قتل

مجھے علم ہے کہ جو لوگ معاشرے میں تبدیلی لانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں، معاشرہ اکثر انہی کو قتل کر دیتا ہے۔

امریکہ اسلام کو سمجھے

ضرورت اس امر کی ہے کہ امریکہ اسلام کو سمجھے کیونکہ یہی وہ واحد مذہب ہے جو اس کے معاشرے سے نسلی مسائل ختم کر سکتا ہے۔ مسلم دنیا کے سفر کے دوران میں، میں نے ایسے بے شمار لوگوں کیساتھ کھانا کھایا جنہیں امریکی سفید فام سمجھ سکتے ہیں لیکن اسلام کی وجہ سے ان کے ذہن سے ''سفید'' تعصب ختم ہو چکا ہے۔ رنگ و نسل سے ماورا ایسا پرخلوص اور حقیقی بھائی چارہ میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مسلم دنیا میں، میں نے انتہائی سفید رنگ والے، بے حد سنہرے بالوں والے اور بہت زیادہ نیلی آنکھوں والے مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھایا، ایک ہی گلاس میں پیا اور ایک ہی قالین پر سویا۔ سفید فام مسلمانوں کے اقوال و افعال میں وہی خلوص محسوس ہوتا تھا جو نائیجیریا، گھانا اور سوڈان کے سیاہ فام مسلمانوں میں ہوتا تھا۔

ملک کی اخلاقی قوت اور عورتوں کا لباس

کسی بھی ملک کی اخلاقی قوت اور اخلاقی کمزوری کا اندازہ بازاروں میں خواتین بالخصوص نوجوان خواتین کے لباس سے لگایا جا سکتا ہے جہاں کہیں بھی اخلاقی اقدار دب گئی ہوں، مادی اشیاء پر زور دیتے ہوں تو اس کا عکس آپ کو خواتین میں واضح نظر آئے گا۔ (باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں)

تورا کینہ قاضی

محسنِ نسواں ﷺ

ہزاروں درود اور لاکھوں سلام اس عظیم ترین ہستی ہمارے آقا آنحضور ﷺ پر جنہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم نے انسانیت کے لیے عظیم محسن بنایا اور ہم حقیر و عاجز بندوں کے لیے ایک نمونۂ کامل بنایا اوران کی تعلیمات کو تاابد مستند و محفوظ کر دیا۔ آپ ؐ کی تشریف آوری سے پہلے ساری دنیا قعرِ مذلت میں گری ہوئی اور جہنم زار بنی ہوئی تھی۔ انسان انسانوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو رہے تھے۔ بہائم سے بدتر زندگی گزار رہے تھے۔ عورتوں کی حالت تو انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ پوری دنیا میں ایک خطہ بھی ایسا نہ تھا جہاں اس کمزور و بے بس مخلوق کو سکھ کا سانس نصیب ہو رہا ہو۔ اس دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کسی ملک کی کسی تہذیب میں عورت کی پوزیشن مستحکم نہیں تھی، لیکن عورتوں کے معاملے میں عربوں سے زیادہ وحشی کوئی قوم نہیں تھی۔ ان میں قتل اولاد اور دختر کشی عام تھی۔ عورتوں کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں تھی۔ نہ باپ کے گھر نہ شوہر کے گھر۔ مرد نے عورت کو اپنا کھلونا بنا رکھا تھا۔ جس وقت چاہتا توڑ دیتا، گھر سے نکال دیتا، مار ڈالتا یا فروخت کر دیتا تھا۔ غرضیکہ اس وقت عیسائیت، یہودیت، ہندومت، ہر جگہ عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کسی بھی مذہب نے عورت کو اس کا صحیح مقام اور تحفظ نہ عطا کیا۔

خالق کائنات چونکہ عورت ذات کا خالق بھی تھا، اس لیے وہ اپنی اس مظلوم و مقہور مخلوق کو زیادہ دیر تک نظر انداز نہ کر سکا۔ اس کی رحمت جوش میں آئی۔ اس نے پوری دنیا کی اصلاح کے لیے اپنا آخری رسول ؐ بھیجا۔

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝﴾

''اور ہم نے آپ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

آنحضور ﷺ کی ذات والا صفات سراپا رحمت و احسان تھی۔ اپنوں غیروں، مردوں عورتوں، انسانوں حیوانوں سب کے لیے۔ آپ کے آنے سے دنیا نے عدل و انصاف کو پہچانا۔ کمزوروں اور بے کسوں کو حقوق حاصل ہوئے۔ انہی میں عورت ذات بھی نوازی گئی، بلکہ مالا مال کر دی گئی۔ اس کی

تمام محرومیوں کا ازالہ ہوگیا۔اسے وہ حقوق حاصل ہو گئے جن سے وہ اب تک محروم چلی آ رہی تھی۔ اسلام نے ایک جملے میں عورت کو قعرِ مذلت سے نکال کر اوجِ ثریا پر پہنچا دیا۔اسلام کہتا ہے: ''اے لوگو! عورت تمہارے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ تم اس کے لیے،عورت کے بغیر تم زندگی نہیں گزار سکتے، مرد عورت کا لباس ہے اور عورت مرد کا۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔'' دیکھیے، یہاں قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح مرد عورت دونوں کو برابر کی حیثیت دی ہے۔اس نے عورت کو مردوں ہی کی طرح خدائی مخلوق قرار دیا۔انسانی تاریخ میں مساوات کا ایسا نعرہ کبھی بلند نہیں ہوا تھا۔قرآن ایک قدم اور بڑھ کر عورتوں کو وراثت اور ترکے میں حصہ دار بناتا ہے۔ انہیں مردوں کی طرح جائیداد کا مالک قرار دیتا ہے۔انہیں اجازت دیتا ہے کہ وہ خرید وفروخت، عبادت، ریاضت، تبلیغ وجہاد میں حصہ لے سکتی ہیں۔قرآن میں ان کی مزید عزت افزائی یہ کی گئی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا گیا ہے اور ایک سورۃ ''سورۃ النساء'' کے نام سے اتار کر اس کی عزت واہمیت اور مرتبے میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

آنحضور رسالت مآب ﷺ نے عملی طور پر عورت کو وہ عزت بخشی جس کی نظیر تاریخ عالم کے اوراق پیش کرنے سے قاصر ہیں۔آپؐ نے عورتوں کو شیشے کے آبگینے کہہ کر ساربان کو اونٹ آہستہ دوڑانے کی ہدایت کی۔اپنی بیوہ، طلاق یافتہ، بعض ضعیف وناتواں بیویوں سے بہترین سے بہترین سلوک کر کے دنیا کو دکھایا کہ عورت کی عزت کیسے کی جاتی ہے۔مردوں سے بیعت لیتے ہوئے محسن نسواں ﷺ ان سے عہد لیتے تھے: ''تم بیٹیوں کو نہ مارو گے، کسی پر تہمت نہ لگاؤ گے۔'' یہ عورت کی عزت وتکریم کی بحالی کے لیے ہی تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''اے لوگو! عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، یہ تمہارے پاس اللہ کی امانتیں ہیں۔'' مردوں اور عورتوں میں جو بھی اچھے اور نیک کام کریں گے، وہ سب جنت کے مستحق ہوں گے۔ان کے اعمال کے صلہ میں ان سے رتی بھر بھی بے انصافی نہ ہوگی۔اس طرح قرآنِ پاک میں واضح کر کے دکھایا گیا ہے کہ عورت اپنے اعمالِ صالحہ سے نیکی اور پارسائی کی اس معراج پر پہنچ سکتی ہے، جس کو مرد اپنی ہی میراث سمجھتا تھا۔قرآنِ پاک نے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ نیکی اور پارسائی کے کاموں میں عورت مردوں کے برابر جزا پائے گی۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''عورتیں ریاست کا ستون ہیں، اگر وہ اچھی ہیں تو ریاست بھی اچھی

ہے۔'' اسلام کا احسانِ عظیم عورت پر ہے کہ اس نے بحیثیت ماں بہن بیوی بیٹی عورت کو انسانی تمدن کا جزء بنایا۔ اسلام میں عورت بحیثیت ماں عظیم ترین ہستی ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ ''ہم نے انسان کو تعلیم دی کہ وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے۔'' اس کی ماں نے زمانۂ حمل میں اور بعد میں جو تکالیف اٹھائیں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔'' اس طرح ایک صحابی کو نیکی اور حسن سلوک کے سلسلے میں نصیحت کرتے ہوئے تین مرتبہ ماں کا ذکر کیا، اس کے بعد باپ کا۔ یعنی ماں کا درجہ باپ سے تین درجہ آگے ہے۔

اسلام نے آزاد عورتوں کے ساتھ ہی لونڈیوں، ملازماؤں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جس شخص کی ملکیت میں کوئی کنیز یا باندی ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے، اسے تہذیب و شائستگی، فنون و آداب سے آراستہ کرے۔ پھر اگر وہ اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اسے دوگنا اجر ملے گا۔''

اسلامی معاشرے میں بیٹی کو اتنا مبارک سمجھا جاتا ہے کہ حضور ﷺ جب جنت کے مشتاق ہوتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ چوم لیتے۔ آپؐ کو اپنی اس بیٹی سے جتنی محبت تھی، اس کی شہادتیں اسلامی تاریخی کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح آپؐ کی اپنی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا سے محبت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''تم بچوں میں تقسیم کرنے کے لیے کچھ لاؤ تو بیٹیوں سے ابتدا کرو کیونکہ بیٹیاں اپنے والدین سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔''

اسلامی معاشرے میں بہن اپنے بھائیوں کے لیے بہت ہی قابل احترام ہے۔ آنحضور ﷺ کی اپنی کوئی بہن نہیں تھی، لیکن آپؐ کو اپنی رضاعی بہن حضرت شیما رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ آپؐ نے جس طرح ان کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھائی تھی وہ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ بہن اپنے بھائی کے لیے کتنی محترم ہے۔ حق وراثت کی بنا پر اسلام میں بہن کو بھائی کی ملکیت میں حصہ دار بنانا بھی بہنوں کے حقوق کی پاسبانی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مرد جہاد کرتے ہیں، مجاہد بنتے ہیں یا مرتبۂ شہادت پر فائز ہو جاتے ہیں، اللہ کے ہاں بلند ترین مرتبے کے مستحق ٹھہرتے ہیں مگر عورتیں میدان جدال وقتال میں نہیں نکل سکتیں، لڑ نہیں سکتیں، مردوں جیسا مقام نہیں پا سکتیں، محسن نسواں ﷺ نے یہاں ان کی تسلی و تالیف قلب کے لیے یہ بشارت سنائی ہے کہ ان کے لیے گھریلو ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائی کا ثواب وہی ہے جو مردوں کے لیے جہاد

کرنے کا۔

الغرض محسن نسواں ﷺ نے ماں بہن بیٹی بیوی پر اتنے احسانات فرمائے کہ آج عورت جتنا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور آنحضور ﷺ پر درود وسلام بھیجے کم ہے۔

جہاں قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ نے عورت کو اتنے حقوق عطا کیے وہاں اس پر پابندیاں بھی لگائیں تاکہ گھریلو ماحول اور معاشرے کی شیرازہ بندی صحیح خطوط پر ہوسکے۔ مسلمان عورت کو جتنے حقوق عطا کیے گئے، اس مناسبت سے فرائض بھی عطا کیے گئے۔ ایک ماں، بیوی، بیٹی، بہن، کنیز کی حیثیت سے انہیں مخصوص حقوق وفرائض عطا کرکے ان کی ادائی ان پر لازم کردی گئی۔ مزید طوالت سے بچتے ہوئے یہاں صرف ایک ہی قرآنی آیت پیش کی جاسکتی ہے:

﴿فالصلحت قنتت حفظت اللغيب بما حفظ الله﴾

''وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت اور نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔''

☆......☆......☆

یادگار جملے

☆ دنیا میں سب سے خطرناک غصہ جوانی کا ہے۔ (ولیم شیکسپیئر)

☆ انسان ارادہ کرلے تو اس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ (ایمرسن)

☆ حق جتانے سے کبھی حق ثابت نہیں ہوتا۔ (رابندرناتھ ٹیگور)

☆ انسان کو اپنی موت تک جدوجہد کرنی چاہیے (لیوٹالسٹائی)

☆ چاند کے بغیر رات بے کار ہے اور علم کے بغیر ذہن (برنارڈ شاہ)

☆ احسان کی دعا سے بیماری بہتر ہے۔ (خوشحال خان خٹک)

☆ دلوں کو فتح کرنے کے لیے تلواروں کی نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔ (ٹینی سن)

☆ دنیا کا سب سے مشکل کام اپنی اصلاح اور سب سے سہل کام دوسرے پر نکتہ چینی ہے۔ (ہربرٹ اسپنر)

مرتب: علی حمزہ

دانش پارے

☆ہوشیار بڑھیا

ایک بڑھیا کی ایک نوجوان عورت سے دوستی تھی۔ نوجوان عورت کی ساس کو شک گزرا کہ بہو نے گوشت چرایا ہے لہٰذا اسے گھر سے نکل جانے کا کہہ دیا۔ نوجوان عورت مجبوراً شکایت لے کر بڑھیا کے پاس آ گئی۔ ''تم کہاں جاؤ گی؟'' بڑھیا نے کہا: ''میں خود تمہاری ساس سے ملوں گی اور کہوں گی کہ تمہیں واپس بلا لے۔'' اس نے گھاس کا ایک مٹھا لیا اور نوجوان عورت کی ساس سے جا کر کہا: ''میرے کتے چوری کے گوشت پر لڑ رہے ہیں، میں ذرا آگ لینے آئی ہوں تا کہ ان کی اچھی طرح ٹھکائی کر سکوں۔'' نوجوان عورت کی ساس نے یہ سنتے ہی بہو کو واپس بلوا لیا۔ بڑھیا چرب زبان نہیں تھی اور نہ گھاس کا مٹھا لے کر آگ مانگنے جانا ہی مصالحت کرانے کا عام طریقہ ہے، لیکن سلیقے سے کام کیا جائے تو ضرور اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

☆بڑھاپے کا مطالعہ

ریاست چن کے بادشاہ پھینگ نے اپنے نابینا موسیقار شی کھوانگ سے کہا: ''میں ستر برس کا ہو چکا ہوں، گو مطالعے کو بہت جی چاہتا ہے اور کچھ کتابیں بھی پڑھی ہیں مگر سوچتا ہوں اب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔'' ''آپ شمع کیوں نہیں جلاتے؟'' شی کھوانگ نے رائے دی۔

''تمہیں اپنے آقا سے مذاق کی جرأت کیسے ہوئی؟'' بادشاہ نے طیش میں آ کر کہا۔ ''ایک اندھے موسیقار میں یہ جرأت کہاں؟'' شی کھوانگ نے جواب دیا۔ ''لیکن میں نے سنا ہے کہ جو شخص جوانی میں مطالعے کا شوقین ہو اس کا مستقبل آفتاب صبح کی مانند روشن ہوتا ہے۔ ادھیڑ عمری میں مطالعہ آفتاب نصف النہار کی مثل ہوتا ہے، جبکہ بڑھاپے میں مطالعہ شمع کی لو جیسا ہوتا ہے۔ گو شمع کی لو زیادہ روشن نہیں ہوتی پھر بھی گھپ اندھیرے سے بدرجہا بہتر ہے۔'' بادشاہ کو اس کی بات پسند آ گئی۔

☆وہ چونگ شان کا بھیڑیا اور رحم دل عالم

تونگ کو نامی ایک عالم کی رحم دلی کا بڑا چرچا تھا۔ ایک دن وہ گدھے پر سوار کوہ چونگ شان جا رہا تھا کہ شکاریوں کا ایک گروہ دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک خوفزدہ بھیڑیا دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور

التجا کرنے لگا: ’’رحمدل انسان، مجھے اپنے تھیلے میں چھپا لو۔ میں اس افتاد سے بچ نکلا تو عمر بھر تمہارا شکر گزار رہوں گا۔‘‘ عالم نے یہ سن کر تھیلے سے کتابیں نکالیں اور بھیڑیے کو اس میں چھپا کر آگے پیچھے کتابیں چن دیں۔ اتنے میں شکاری بھی آ پہنچے اور بھیڑیے کو غائب پا کر آگے چلے گئے۔ اب بھیڑیے نے تھیلے سے باہر آنے کو کہا اور عالم نے اسے آزاد کر دیا۔

بھیڑیے نے تھیلے سے باہر نکلتے ہی دانت نکوس کر کہا: ’’وہ بدبخت لوگ میرا پیچھا کر رہے تھے، یوں جان بچانے پر میں تمہارا احسان مند ہوں لیکن بھوک سے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔ کھانے کو کچھ نہ ملا تو مر جاؤں گا۔ اگر تم مجھے بچانا چاہتے ہو تو اجازت دو کہ میں تمہیں کھا لوں۔‘‘ ساتھ ہی وہ عالم پر جھپٹ پڑا۔ عالم کو جان کے لالے پڑ گئے۔ خوش قسمتی سے ایک بوڑھا آتا دکھائی دیا۔ وہ لپک کر بوڑھے کے پاس پہنچا اور دھائی دینے لگا: ’’کیا ہو گیا؟‘‘ بوڑھے نے پوچھا۔

’’اس بھیڑیے کے پیچھے شکاری لگے ہوئے تھے۔ اس نے مجھ سے جان بچانے کی التجا کی۔‘‘ عالم بتانے لگا۔ ’’میں نے اس کی جان بچا لی، مگر اب یہ مجھے کھانا چاہتا ہے۔ براہ مہربانی اسے سمجھائیں کہ یہ غلط حرکت کر رہا ہے۔‘‘

’’جب اس عالم نے مجھے چھپایا تو میرے پاؤں باندھ دیے، تھیلے میں دھکیلا اور اوپر کتابیں ٹھونس دیں، حتیٰ کہ میرے لیے سانس لینا دشوار ہو گیا۔ پھر یہ دیر تک شکاریوں سے باتیں کرتا رہا۔ یہ چاہتا تھا کہ میرا دم گھٹ جائے اور مر جاؤں۔ اب میں اسے کیوں نہ کھاؤں؟‘‘ ’’میرا خیال ہے کہ تم مبالغہ آرائی کر رہے ہو۔‘‘ بوڑھے نے کہا۔ ’’ذرا مجھے تھیلے میں گھس کر دکھاؤ تاکہ اندازہ لگا سکوں کہ واقعی تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔‘‘ بھیڑیا خوش خوش تھیلے میں گھس گیا۔

’’تمہارے پاس خنجر ہے؟‘‘ بوڑھے نے تونگ کو سے سرگوشی کی۔

تونگ کو نے خنجر نکالا تو بوڑھے نے اسے اشارہ کیا کہ بھیڑیے پر وار کرے۔

’’اس سے تو وہ زخمی ہو جائے گا!‘‘ تونگ کو بڑبڑایا۔

یہ سن کر بوڑھا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا: ’’بھیڑیا انتہائی احسان فراموش نکلا، پھر بھی تم اسے ہلاک کرنے سے ہچکچا رہے ہو۔ تم بے حد رحمدل، مگر ساتھ ہی ساتھ سخت احمق بھی ہو!‘‘

اور اس نے تونگ کو کے ساتھ مل کر بھیڑیے کو ہلاک کر دیا۔

☆تعریف

ایک امیر اور ایک غریب باتیں کر رہے تھے۔ ’’میرے پاس سو اونس سونا ہے۔‘‘ امیر نے کہا۔

''بیس اونس تمہیں دے دوں تو کیا میری تعریف کرو گے؟'' ''اتنے کم سونے کے لیے میں تمہاری تعریف نہیں کرسکتا۔'' غریب نے جواب دیا۔ ''آدھا سونا دے دوں تو؟''

''تب ہماری حیثیت برابر ہو جائے گی۔ اس لیے میں تعریف نہیں کروں گا۔''

''اور اگر سارا سونا دے دوں تو؟'' ''سارا سونا میرے پاس آ گیا تو مجھے تمہاری تعریف کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔''

☆ بھلے مانس کو دبکانا آسان ہوتا ہے

ایک گاؤں میں لب سڑک مندر بنا ہوا تھا، جس میں کسی دیوتا کا چوبی مجسمہ تھا۔ ایک راہ گیر کو ندی پار کرنی تھی، اس نے مجسمہ گرایا، ندی پر اس طرح رکھا کہ پل سا بن گیا اور اس پر چلتا ہوا پار جا اترا۔ ایک اور راہ گیر نے مجسمے کی یہ بے حرمتی دیکھی تو اسے سخت دکھ ہوا اور اسے پھر مندر میں کھڑا کر دیا لیکن دیوتا کو اس پر غصہ آ گیا کیونکہ اس نے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھایا تھا، اور ایسا منتر پھونکا کہ راہ گیر کا سر درد سے پھٹنے لگا۔

پاتال میں کچھ روحوں کو یہ سارا ماجرا دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور دیوتا سے پوچھا: ''جو راہ گیر تمہیں پائمال کرتا ہوا گزر گیا اسے تو کچھ نہ کہا لیکن جس نے تمہیں دوبارہ مندر میں پہنچایا اسے سزا دے دی، کیوں؟''

''تم نہیں سمجھتے'' دیوتا نے جواب دیا: ''بھلے مانس کو دبکانا آسان ہوتا ہے۔''

☆ ہر کام میں ایک چیلنج ہے

آج کل اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ان کا پیشہ بہت ہی بور ہے۔ کام کاج میں کوئی نئی بات، کوئی نیا چیلنج نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی کام بور نہیں ہوتا۔ یہ آدمی کا اپنا رویہ ہوتا ہے جو کام کو بور بنا دیتا ہے۔ ہر کام میں ایک چیلنج چھپا ہوتا ہے۔ وہ چیلنج ہے: ''اس کام کو کیسے اور زیادہ بہتر طریقے سے کیا جا سکتا ہے؟''

کیا کوئی کام فرش صاف کرنے سے زیادہ بور ہو سکتا ہے؟ لیکن امریکہ کے ایک سٹور میں کام کرنے والے مرے سپینگ لر (Murray Spangler) نے اس کام کو بھی دلچسپ بنا دیا۔ فرش صاف کرتے ہوئے جو گرد اڑتی تھی اس سے سپینگ لر کو کھانسی اور چھینکیں آتیں۔ کوئی اور شخص ہوتا تو اس کام ہی کو چھوڑ دیتا، لیکن سپینگ لر نے طے کیا کہ کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جائے کہ اس گرد سے نجات مل جائے۔ کوئی ایسی مشین بنائی جائے جو گرد و غبار کو کھینچ لے۔

یہ وہ چیلنج تھا جسے سامنے رکھتے ہوئے سپنگ لر نے وے کیوم کلینز (VACCUM CLEANER) ایجاد کیا۔اس نے اپنی بنائی ہوئی یہ نئی مشین اپنے ایک تاجر دوست کو دکھائی جس کا نام ڈبلیو۔ایچ۔ہوور (W.H.Hoover) تھا۔ ہوور نے اندازہ لگا لیا کہ یہ مشین بڑی مفید اور کامیاب ثابت ہوگی۔ چنانچہ 1908ء میں ہوور نے تجارتی پیمانے پر وے کیوم کلینز بنانے شروع کیے۔آج کونسی جگہ ایسی ہے جہاں صفائی کے لیے وے کیوم کلینز استعمال نہیں ہوتا؟

☆عظیم اور معمولی آدمی میں فرق

انگریزی کے ادیب سموئل کروتھر (SAMUEL CROWTHER) نے ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے کئی کامیاب آدمیوں کی مشترکہ خصوصیات کا جائزہ لیا۔

وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک ایسی خصوصیت دیکھی جو تمام کامیاب آدمیوں میں موجود تھی: ''یہ لوگ کیسی بھی ہنگامی صورتِ حال ہو اپنا کام جاری رکھتے تھے۔'' کسی اور شخص نے لکھا ہے کہ ایک بڑے اور چھوٹے آدمی میں یہ فرق ہے کہ چھوٹا آدمی جب تھک جاتا ہے یا اسے نیند آجاتی ہے تو وہ کوشش ترک کر دیتا ہے جب کہ ایک بڑا آدمی انہی لحات سے فائدہ اٹھاتا ہے اور تھکن اور نیند کے باوجود پہلے سے زیادہ کوشش کرتا ہے۔

ایک اور ادیب نے بھی انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''جیسے جیسے میری عمر بڑھتی جارہی ہے میرا یہ یقین مزید پختہ ہوتا جارہا ہے کہ دو آدمیوں یعنی کمزور اور طاقت ور میں، اور عظیم اور معمولی آدمی میں جو فرق ہے وہ صرف عزم اور ارادے کا فرق ہے۔معمولی آدمی کے برعکس عظیم اور بڑا آدمی جب ارادہ کر لیتا ہے تو وہ یا فتح حاصل کرتا ہے یا جدوجہد میں ہی جان دے دیتا ہے۔فولاد کی طرح مضبوط عزم اور ارادے کی صلاحیت ہو تو آدمی دنیا میں بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے اور اگر یہ صلاحیت نہ ہو تو چاہے حالات بھی ہوں، موقع بھی ہو اور قابلیت بھی ہو، آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

☆☆☆

ذرا سوچیں کہ اپنے آپ کو تبدیل کرنا کتنا مشکل ہے۔ جب آپ یہ بات جان لیں گے تو یہ جاننا مشکل نہیں رہے گا کہ جب اپنے آپ کو تبدیل کرنا اتنا مشکل ہے تو دوسروں کو تبدیل کرنا کتنا مشکل ہوگا۔

☆......☆......☆